یا اللہ مدد | حیات النبی ﷺ زندہ باد | شان رسالت ﷺ زندہ باد | اصل کلمہ اسلام: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ | شان صحابہ زندہ باد | مقام امام اعظم ابو حنیفہ زندہ باد | حق چار یار

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر

بفیضان

مظہر شریعت و طریقت قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا **قاضی مظہر حسین** نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

بیاد

محدث عرب و عجم آبروئے دیوبند امام اہل السنۃ والجماعۃ شیخ الحدیث حضرۃ مولانا **محمد سرفراز خان صفدر** نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید حسین احمد مدنی — خلیفہ مجاز: امام الموحدین حضرۃ حسین علی، رئیس المفسرین مولانا حسین علی نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرۃ مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ	فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرۃ مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
شیخ المشائخ امام الاولیاء حضرۃ مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ	فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ
حکیم العصر شہید اسلام حضرۃ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ	امین ملت مناظر اسلام حضرۃ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ
پاسبان مسلک احناف شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد حنیف نور اللہ مرقدہ	ترجمان مسلک دیوبند مولانا نور محمد تونسوی نور اللہ مرقدہ
وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا علامہ علی شیر حیدری شہید نور اللہ مرقدہ	جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرۃ مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا: وکیل صحابہؓ حضرۃ مولانا عبد الستار تونسوی نور اللہ مرقدہ — حکیم العصر شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد المجید لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

سرپرست: پیر طریقت شیخ الحدیث حضرۃ مولانا **حبیب الرحمٰن سومرو** صاحب مدظلہ

نگران: وکیل احناف مناظر اسلام حضرۃ مولانا **مفتی محمد انور اوکاڑوی** صاحب مدظلہ

مدیر اعلیٰ	مدیر مسئول	مدیر
مولانا جمیل الرحمٰن عباسی	مولانا احسن خدامی	حمزہ احسانی
0301-7790908	0320 4902150	0307-5687800

فی شمارہ: 25......زر سالانہ: 300 روپے

برائے رابطہ: احسن خدامی، مکان نمبر 4، گلی نمبر 82 محمود سٹریٹ، محلّہ سردار پورہ، اچھرہ، لاہور

ترتیب

جاوید احمد غامدی کی حدیث دشمنی

مشہور و معروف متجدد جناب جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

''دین لاریب اِنھی دو صورتوں میں ہے، اِن کے علاوہ کوئی چیز دین ہے، نہ اُسے دین قرار دیا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کے اخبارِ آحاد جنہیں بالعموم ''حدیث'' کہا جاتا ہے، ان کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ان سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ کبھی درجۂ یقین کو نہیں پہنچتا، اِس لیے دین میں ان سے کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا''۔

[اصول و مبادی، طبع دوم، ستمبر ۲۰۰۶۔ص:۱۱......بحوالہ فتنہ غامدی نمبر: ۱/۱۵۰]

عمار خان ناصر کی حدیث دشمنی

جناب غامدی صاحب کے ''شاگردِ رشید'' جناب عمار خان صاحب لکھتے ہیں:

''دورِ جدید کے کلامی بلنڈرز (فاش کلامی غلطیوں) میں سے ایک یہ ہے کہ ''حجیتِ حدیث'' کا عنوان دے کر 'اخبارِ آحاد' کے ذخیرے کا ''تقدس'' بچانے کی کوشش کی گئی۔''

(عمار خان کے فیس بک کے صفحہ سے، بتاریخ ۹/دسمبر، ۲۰۱۵)

پیامِ صفدر مدیر کے قلم سے

حضرت حاجی اشتیاق احمد صاحب رحمہ اللہ......اور اُن کی چند تحریریں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلّہ صفدر کی مجلس شوریٰ کے رکن، معروف قلم کار و ادیب، بچوں کا اسلام کے مدیر حضرت حاجی اشتیاق احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ۱۷/نومبر ۲۰۱۵ء دن دو بجے کراچی ائیر پورٹ پر خدا کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آج سے ۹، ۱۰/سال قبل جب بندہ ناچیز بہت اشتیاق اور پابندی سے اشتیاق صاحب کا ’’بچوں کا اسلام‘‘ پڑھتا اور اُس کا منتظر رہتا تھا۔ باقاعدہ خریدتا، شوق سے مطالعہ کرتا، محفوظ کرتا اور اشتیاق صاحب کا ناول مکمل ہونے پر جلد بندی کرا لیتا تھا۔ تب کی بات ہے کہ ’’بچوں کا اسلام‘‘ کے کسی شمارے میں عقیدہ حیات النبی کے حوالے سے اہل سنت کے اِجماعی عقیدے کی کھلی وضاحت صاف الفاظ میں پڑھنے کو ملی۔ حیرت اور خوشی سے ملے جلے جذبات سے بھرپور ایک خط اشتیاق احمدؒ صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اور مشفقانہ توجہ حاصل کرنے کے لیے اپنا نسبی تعارف بھی کروا دیا۔ چند دن بعد ہی اشتیاق احمدؒ صاحب کا جوابی خط موصول ہوا۔ جس میں انھوں نے منکرین حیات (مماتی گروہ) کی طرف سے موصول ہونے والے مختلف تنقیدی خطوط کا تذکرہ بھی کیا۔ اور مختلف علمی، تحقیقی اور مسلکی معاملات میں بندہ حضرت داداجان حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ کی کتب سے بھرپور استفادے کا ذکر بھی۔ اس خط کے ذریعے اشتیاق احمد صاحب سے تعلق قائم ہوا جو آخر تک رہا۔ اگرچہ آخری کچھ عرصہ بندہ اپنی سستی اور مصروفیات کے باعث رابطے میں سست رہا۔ لیکن انھوں نے اپنی انتہائی مصروفیات میں بھی بندہ کو نہیں بھلایا۔

پھر چند ایک ملاقاتیں اُن کے گھر جھنگ صدر میں ہوئیں، فون کے ذریعہ رابطہ رہا، خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ متعدد امور کے ذیل میں دو تین بار ’’دو باتیں‘‘ میں بھی بندہ کا تذکرہ فرمایا۔ کافی عرصہ قبل حضرت داداجان رحمہ اللہ کے خادم خاص و عاشقِ صادق محترم حاجی محمد لقمان صاحب (ناشر: تفسیر ذخیرۃ الجنان) نے داداجان رحمہ اللہ کی تفسیر کا ایک سیٹ بندہ کی وساطت سے اشتیاق احمدؒ صاحب کی خدمت میں ہدیۃً بھجوایا تو حاجی لقمان صاحب کے ذیل میں بھی بندہ کا نام ’’دو باتیں‘‘ میں آ گیا۔

ایک مرتبہ بندہ نے حضرت داداجان رحمہ اللہ کی کتب کی فہرست بھیج کر ان کے متعلق دریافت کیا تو

جوابی خط میں فرمایا: بہت سی کتب تو میرے پاس موجود ہیں۔ جو نہیں ہیں آپ وہ سب کتابیں بھیجنے کا تکلف نہ فرمائیں، بس ''تسکین الصدور'' اور ''الکلام المفید'' ارسال فرمادیں۔ یہ دونوں کتابیں یہاں کے مکتبوں پر دستیاب نہیں ہیں۔اور مجھے اِن کی اَشد ضرورت ہے۔(غالباً اُن کے اپنے نسخے اُن سے کوئی لے گیا ہوگا۔)

ایک مرتبہ اُنہی کی زبانی معلوم ہوا کہ تاحال وہ حضرت داداجان (امام اہل سنت رحمہ اللہ) کی زیارت کی سعادت سے محروم ہیں۔ بندہ اُس وقت دارالعلوم مدنیہ بہاول پور میں زیر تعلیم تھا، کئی مرتبہ تعطیلات میں اُن سے پروگرام طے کیا کہ بندہ بھی گکھڑ (ضلع گوجرانوالہ) پہنچ جائے اور وہ بھی حضرت داداجان رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے جھنگ سے تشریف لے آئیں۔لیکن بندہ کی تعطیلات کے ایام میں اُن کی مصروفیات اور اُن کی فراغت کے دنوں میں بندہ کی تعلیمی مشغولیت اور دُوری آڑے آئی۔ پھر ایک روز اچانک انھوں نے فون پر بتایا کہ: ''آپ نے تو اپنے داداجان کی زیارت کروائی نہیں، میں اُن کی زیارت کر آیا ہوں۔'' بندہ کو خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ پھر انھوں نے بتایا کہ مولانا آصف محمود صاحب (اکابر گیلری والے) کے ہمراہ یہ سفر ہوا۔اِس زیارت کا تذکرہ انھوں نے اپنے ایک مضمون میں کیا جو انھوں نے حضرت داداجان رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بندہ کی درخواست پر تحریر فرمایا تھا۔اُنھی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:

''پہلی......اور......آخری ملاقات

میں اُس وقت دس بارہ سال کا تھا،ایک دن، رات کے وقت میری آنکھ کھلی تو کانوں میں کچھ گانے کی آواز سنی۔ کمرے میں لالٹین جل رہی تھی، اس زمانہ میں بجلی بہت کم گھروں میں تھی، مٹی کے تیل کے دیئے یا لالٹین سے روشنی کی جاتی تھی۔

میں نے دیکھا، میرے والد صاحب، میرے پھوپھا اور پھوپھا کے چاروں بھائی ایک آواز میں کچھ گا رہے تھے، میں سنتا رہا، کانوں کو تو بہت اچھا لگا، جب وہ خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا

''اباجی! یہ آپ کیا گا رہے تھے؟''

''بیٹے! ہم نعت پڑھ رہے تھے، کل ہمیں ایک جگہ میلاد شریف میں جانا ہے!''

''میں بھی چلوں گا!''

''نہیں بیٹا! رات کا پروگرام ہوتا ہے، ہم رات گئے لوٹتے ہیں!''

''کوئی بات نہیں......میں بھی چلوں گا!''

اس طرح پہلی بار میلاد کی ایک محفل میں شرکت کی......میرے والد اور پھوپھا صاحبان جھنگ شہر کے مشہور میلاد خواں تھے، جہاں کہیں کسی کو میلاد کرانا ہوتا، انہیں ضرور بلایا جاتا تھا، میلاد کے دوران اُن پر ایک ایک روپے والے نوٹ بھی برسائے جاتے، ہم گھر آ کر ان کو گنا کرتے اور خوش ہوا

کرتے کہ آج اتنے پیسے ملے، پھر وہ ان نوٹوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

یہ ان کا شوق تھا، جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا، اسکول کی تعلیم میں آگے بڑھتا گیا......ان نعتوں کا مطلب بھی سمجھنے لگا......میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ خوب جھوما کرتا، یعنی سر دھنا کرتا۔

ملازمت کے سلسے میں لاہور جانا ہوا، ایک دوست کے بڑے بھائی نے اپنے گھر کی ایک چھوٹی سی گیلری رہائش کے لیے مجھے دے دی، جب وہ نماز کے لیے جاتے تو مجھے بھی نماز کے لیے کہتے، اس طرح میں اُن کے ساتھ نماز کے لیے جانے لگا، اسلام پورہ میں عمر روڈ کی جامع مسجد تھی، اُس مسجد میں ایک دن اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھا گیا، میرے اندر سے ایک آواز اُٹھی:

''یہ کیا؟''......کل تک تو اذان ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' سے شروع ہوتی تھی......آج کیسے شروع ہوئی؟......اس بات نے میرے اندر کچھ کھلبلی سی مچادی......میں نے اور تو کچھ نہ کیا، اُس مسجد میں جانا چھوڑ دیا، وہاں سے کچھ فاصلے پر ہرن روڈ پر ایک اور مسجد تھی، وہاں نماز پڑھنے لگا، دوست کے بھائی محمد مونس کو جب اِس بات کا پتہ چلا تو بہت بگڑے، کہنے لگے ''وہ مسجد تو دیوبندیوں کی ہے!......وہاں نہ جایا کرو!'' میں نے وہاں جانا نہ چھوڑا، اِس پر انہوں نے مجھے ایک کتاب پڑھنے کے لیے دی، یہ کتاب ''ارشد القادری'' کی لکھی ہوئی تھی اور اُس کا نام تھا ''زلزلہ''۔

میں نے اُس کتاب کا مطالعہ کیا تو محسوس ہوا، دیوبندی بہت بڑے ''گستاخِ رسول'' ہیں......اس پر میں بہت پریشان ہوا، اُس وقت اللہ تعالیٰ نے میرا ہاتھ تھاما، میں آج تک حیران ہوں......میری اُس چھوٹی سی گیلری کی الماری میں چند کتابیں رکھی ہوئی تھیں، اُن کو پڑھنے کا بھی کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا، پریشانی کے عالم میں الماری کی صفائی شروع کردی......اُس وقت وہاں ایک کتاب پہ نظر پڑی، اُس کا نام دیکھ کر چونک اٹھا، لکھا تھا ''ارشد القادری کی کتاب ''زلزلہ'' کا دندان شکن جواب، بریلوی فتنے کا نیا روپ'' حیرت انگیز خوشی ہوئی......آج تک نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ کتاب الماری میں کیسے پہنچی؟ یعنی بھائی مونس نے کتاب بعد میں دی، اُس کتاب کا جواب اللہ تعالیٰ کی مدد سے پہلے پہنچ گیا، اَب میں نے اُس کا مطالعہ کیا تو ذہن صاف ہوتا چلا گیا......اَب شوق شروع، ایسی کتب کا، اِس سلسلے میں سب سے پہلے مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''راہِ سنت'' خریدی، اُس کا مطالعہ کیا......پتہ چلا، یہ میلاد کی محفلیں بھی غلط ہیں۔ مطالعے کا شوق بڑھا، امام اہلِ سنت کی کتب خریدتا چلا گیا......اُن کا مطالعہ کرتا چلا گیا......

پھر میرے ناولوں کا دور شروع ہوا، لیکن بریلویوں کو بہت چبھا، انہوں نے مناظرانہ انداز میں مجھے خطوط لکھے، چیلنج کیے، اس سلسلے میں مولانا صاحب رحمہ اللہ کی کتب ''عباراتِ اکابر'' اور ''ازالۃ الریب، فی علم الغیب'' کام آئیں، غیر مقلدوں نے بات شروع کی تو ''احسن الکلام'' سے خوب فائدہ اٹھایا، ''مقامِ ابی حنیفہ'' کا بھی مطالعہ کیا، ''تسکین الصدور''، ''الکلام المفید''، ''آنکھوں کی

ٹھنڈک''،''دل کا سرور''،''سماع موتی''، ''حکم الذکر بالجھر''،ان کے علاوہ بھی کتب خرید خرید کر لائبریری سی بنالی اور جنون کی حد تک ان کتب کا مطالعہ کرنے لگا......اِدھر باطل فرقے چھیڑ چھاڑ سے باز نہیں آتے تھے، اِن کتب کے مطالعے کی بنیاد پر اُن سب سے خوب دھڑلے سے بات کرنے لگا......!

یہ سب تھا لیکن میں زندگی میں امام اہلِ سنتؒ سے ملاقات نہیں کر سکا تھا......محترم سرفراز حمزہ صاحب (پوتے امام اہل سنت) نے بہت مرتبہ اِس سلسلے میں دعوت دی کہ اُن کے ساتھ چلوں......آپ رحمہ اللہ سے ملاقات کرلوں......لیکن پروگرام نہ بن سکا، اللہ تعالیٰ کو ملاقات کسی اور ذریعے سے منظور تھی......ہوا یہ کہ حافظ آصف محمود''نودراتِ اکابر گیلری والے'' ملاقات کے لیے جھنگ آئے، انہوں نے لائبریری میں امام اہل سنت رحمہ اللہ کی کتب دیکھ کر پوچھا،

''ان سے کبھی ملاقات بھی کی ہے؟''

میں نے فوراً کہا:

''ملاقات کی تو نہیں......خواہش بہت ہے''

انہوں نے بھی فوراً کہا:

''لاہور آجائیں!......میرے ساتھ چلیے گا!......ملاقات کرلیں گے!''

اس طرح میں نے لاہور کا پروگرام ترتیب دیا، وہاں سے ہم گوجرانوالہ کی طرف روانہ ہوئے، گوجرانوالہ سے گکھڑ منڈی پہنچے اور امام صاحب رحمہ اللہ کے''درِ دولت'' پر حاضر ہوگئے، کچھ دیر انتظار کے بعد اندر جانے کی اجازت ملی......حضرت رحمہ اللہ ان دنوں بھی صاحب فراش تھے، اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے، لہٰذا نیم دراز حالت میں مصافحہ کیا، حافظ آصف محمود نے میرا نام بتایا،''بچوں کا اسلام'' کے بارے میں بتایا، تب انہوں نے ایک بار پھر مصافحہ کیا، آنکھوں سے خوشی کا اظہار بھی کیا، بات چیت تو مشکل سے کر پاتے تھے......ہم تقریباً ۱۵ر منٹ ان کی خدمت میں حاضر رہے......

یہ میری امام صاحب رحمہ اللہ سے پہلی اور آخری ملاقات تھی......اس ملاقات کے تقریباً ایک سال بعد اچانک اطلاع ملی کہ آپ کا انتقال ہوگیا ہے......امام اہل سنت کا انتقال ضرور ہوگیا ہے، لیکن وہ اپنی کتب کی صورت میں، آج بھی ہمارے ساتھ ہیں، اور یہ ساتھ کبھی چھوٹنے والا نہیں......زندگی میں بھی رہے گا اور زندگی کے بعد بھی ان شاء اللہ۔'' [المصطفیٰ امام اہل سنت نمبر]

☆......مجلّہ''صفدر'' کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ سے اشتیاق احمد صاحبؒ کا انتہائی گہرا اور قریبی تعلق تھا۔ اُن سے مسلسل رابطے میں رہتے تھے۔ علمی و مسلکی معاملات میں دریافت طلب امور میں اُن سے مشاورت کرتے تھے۔ دوماہی''نورِ بصیرت'' اور پھر دوماہی''تسکین الصدور'' کے لیے گاہے گاہے مفید مضامین بھی بھیجتے رہتے تھے۔ چند ایک مضامین ملاحظہ ہوں:

(۱)......''تحقیق''

میں جب بھی جھنگ جاتا ہوں محترم اشتیاق احمد (مدیر ''بچوں کا اسلام'') سے ملاقات کیے بغیر واپس نہیں آتا، میں ان کی شخصیت، اخلاق اور کارناموں سے بے حد متاثر بھی ہوں اور ان کا عقیدت مند بھی، وہ بھی شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ جب بھی ان کے ہاں حاضری ہوتی ہے مختلف عنوانات کے گرد گھومتی ان کی باتیں دلچسپ اور معلومات افزاء ہونے کے باعث مجلس کو کشتِ زعفران بنا دیتی ہیں۔ مسلکی خدمات سرانجام دینے والے بہت سے علماء سے میرا نیاز مندی کا تعلق ہے اور ہر عالم کی مجلس میں اہلِ باطل کے شبہات کے جوابات پر مشتمل ایسے جملوں کا میں منتظر رہتا ہوں جو عام فہم، دلچسپ اور دندان شکن ہوں، محترم اشتیاق احمد صاحب مروجہ عالم نہ ہونے کے باوجود اہلِ حق سے تعلق، تقویٰ، مطالعہ اور خداداد ذہانت کی وجہ سے ایسے جملے کہہ جاتے ہیں جن میں میری دلچسپی کا سامان ہوتا ہے۔

ایک واقعہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور مدیر ''بچوں کا اسلام'' کی حاضر جوابی سے لطف اندوز ہوں فرمایا کہ:

''ایک نوجوان جو میرے محلّہ میں رہتے ہیں انہوں نے کئی بار مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، وہ دراصل مجھے اپنی لائبریری دکھانا چاہتے تھے، ایک مرتبہ میں ان کے پاس چلا گیا اور ان کی کتابیں دیکھ کر حیران رہ گیا، پورے دو کمرے کتابوں سے بھرے ہوئے تھے، وہ نوجوان مجھے کتابیں دکھانے کے بعد بولے:

''میں نے تحقیق کی ہے اور میں ایک نتیجہ پر پہنچا ہوں'' میں ڈر گیا کہ پتہ نہیں یہ صاحب کس نتیجہ پر پہنچے......!

کہنے لگا: ''میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تراویح کی بیس رکعات نہیں بلکہ آٹھ رکعات ہیں۔''

میں نے فوراً جواب دیا ''مجھ سے بڑا کوئی احمق نہیں ہوگا اگر میں تیری تحقیق مان لوں اور عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیق چھوڑ دوں''......!!

مطلب یہ کہ حضرت عمر اور دیگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحقیق بیس رکعات سنت ہونے کی ہے اور تیری تحقیق آٹھ رکعات کی ہے تو یہ کتنی بڑی حماقت ہوگی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحقیق کے مقابلہ میں تیری تحقیق پر عمل شروع کر دیا جائے۔ [بقلم مولانا جمیل الرحمٰن عباسی۔ تسکین الصدور، شمارہ:۴۰]

(۲)......''بیمار ذہن''

ایک دوست نے بتایا کہ ان کے محلے میں ایک شخص فوت ہو گیا تھا، اس کے چالیسویں میں ہمارے مسلک کے ایک مشہور عالم کو بلایا گیا تھا.....انہوں نے بہت زبردست تقریر کی......اور اس بات پر خوب زور دیا کہ بدعات سے بچنا بہت ضروری ہے۔

مجھے یہ سن کر بہت حیرت ہوئی اپنے دوست سے کہا ''لیکن ایسی مجلس میں تو شریک ہونا ہی بدعت ہے۔'' ایک بار مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کی مجالس میں شرکت کی اجازت طلب

کرنے کے لیے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو خط لکھا......اور ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ مَیں اصلاح کی نیت سے چلا جایا کروں؟ تو جواب میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا تھا: ''آپ نے ابھی بدعت کے مفہوم کو سمجھا ہی نہیں۔'' [تذکرۃ الرشید:۱۲۲]

تو ان مولانا صاحب اور ان جیسے دوسرے حضرات، جو ہیں بھی اصلی اہل السنّت والجماعت، سے عرض ہے کہ اس قسم کی مجالس میں آپ شرکت بھی نہیں کر سکتے۔

رسمِ قل، چہلم، تیجہ، برسی وغیرہ، یہ تمام بدعات ہیں۔ ابھی ایک ماہ پہلے ایک جمعہ کے روز عصر کی نماز ایک مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا، مولوی صاحب نے سلام پھیرا اور نمازیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے، ایک مرتبہ قدرے آواز کے ساتھ درود شریف پڑھا......اور تسبیح پڑھنے لگے، مَیں یہی سمجھا کہ تسبیح فاطمہؓ پڑھ رہے ہیں، لیکن کافی وقت گزرنے پر بھی انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے، مَیں بہت حیران ہوا کہ اتنی لمبی تسبیح......خیر خدا خدا کر کے انہوں نے دعا کروادی۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے اسی (۸۰) مرتبہ درود پڑھا ہے تب دعا کرائی ہے، میں نے ان سے کہا......آپ پہلے دعا کروادیا کریں پھر بیٹھ کر درود پڑھتے رہا کریں ......وہ اَڑ گئے کہ یہ بدعت نہیں، اسّی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے، میں نے ان سے کہا کہ وہ انفرادی عمل پر ملے گا نہ کہ لوگوں کو بٹھائے رکھنے سے ملے گا......لیکن وہ نہ مانے، میں نے جامعہ اشرفیہ لاہور اور بہاولپور سے فتاویٰ جات منگوائے۔ دونوں جگہوں کے مفتیان نے اس عمل کو غلط اور بدعت لکھا۔ فتاویٰ جات انہیں دیئے گئے......اس کے جواب کے لئے وہ شہر کے ایک مفتی صاحب کے پاس گئے، انہوں نے فتویٰ تو نہ لکھا، ایک طنز بھرا خط مجھے لکھا......یعنی انہوں نے دونوں فتاویٰ جات کا بھی مذاق اڑایا......

بدعات کا طوفان اس قدر سر چڑھ چکا ہے......اور واقعی ہم لوگ بدعت کے مفہوم کو ابھی سمجھے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے علماء کو بدعت کا مفہوم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس سلسلہ میں اگر ''بدعت اور اہلِ بدعت'' کتاب کا مطالعہ کر لیا جائے تو بیمار ذہنوں کی اصلاح کا امکان ہے۔ شکریہ۔''

[تسکین الصدور، شمارہ:۵]

(۳)......''انکار حدیث کا نیا روپ

الحمدللہ بچوں کا اسلام ہے تو بچوں کا رسالہ، لیکن اسے صرف بچے ہی نہیں، مفتیان کرام بھی پڑھتے ہیں، بوڑھے بھی پڑھتے ہیں...... بوڑھیاں بھی پڑھتی ہیں، بچے اور بوڑھے پڑھتے ہیں تو نوجوان کیوں نہیں پڑھتے ہوں گے...... مطلب یہ کہ یہ ہر طبقے میں پڑھا جا رہا ہے...... یہاں تک کہ مخالفین بھی پڑھتے ہیں اور جب کوئی بات ان کی نازک طبیعت پر گراں گزرتی ہے تو مجھے خط لکھتے ہیں، ان خطوط کے جواب بھی وہ چاہتے ہیں کہ بچوں کا اسلام میں ہی دیئے جائیں...... جب کہ خطوط کے لیے وہاں صرف ایک صفحہ

مخصوص ہے۔

اب اتفاق ایسا ہوا کہ بچوں کا اسلام میں لکھنے والی ایک معروف ادیب شازیہ نور صاحبہ کی ایک کہانی شائع ہوئی، اس کہانی میں یہ حدیث بھی شامل تھی:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا، تو میں اسے خود سنتا ہوں، جس نے مجھ پر دُور سے درود پڑھا تو وہ مجھ تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔[مشکوٰۃ، ص:۸۷......حیات الانبیاء للبیہقی، ص:۱۵......معارف الحدیث، جامع صغیر:۲/۱۷۴]

اس کہانی کے چھپتے ہی ایک خط آ گیا، وہ خط مولوی ولایت اللہ شجاع آبادی مدرسہ جامعہ اسلامیہ العربیہ فیصل کالونی شجاع آباد، صاحب نے لکھا تھا۔ انہوں نے اعتراض کیا کہ اس کہانی میں جو حدیث آئی ہے، اس کا راوی محمد بن مروان انتہائی ضعیف ہے۔

میں نے اس خط کے نیچے یہ جواب لکھ دیا:

''آپ کا کہنا ہے کہ اس حدیث کا راوی انتہائی ضعیف ہے......تو جناب یہ حدیث ابوالشیخ کی سند سے بھی مروی ہے، یہ سند بالکل صحیح اور جید ہے، اس کے تمام راوی ثقہ اور عادل ہیں، اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح فرمائی ہے اور علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کا استدلال بھی اسی سند سے ہے۔ اسی سند سے علماء حجت پکڑتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابوالشیخ کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں ''بسند جید۔ فتح الباری:۶/۳۵۲] علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ اور فرمایئے۔ اس سلسلے میں مزید دلائل چاہتے ہیں تو الگ سے خط وکتابت کر لیں۔ بچوں کا اسلام میں اتنی جگہ نہیں ہوتی۔

اس جواب کو پڑھ کر پھر انہوں نے خط لکھا۔ اس خط میں لکھا: [۱] ابوالشیخ کی کتابیں طبقہ رابعہ میں سے ہیں اور طبقۂ رابعہ کی کتابیں عقائد میں معتبر نہیں۔ حوالہ عجالہ نافعہ۔ [۲] یہی ابوالشیخ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عیوب نقل کرتا ہے اور امام صاحب کو ضال ومضل نقل کرتا ہے اور امام ابواحمد عسال نے اسے صراحۃً ضعیف کہا ہے۔ حوالہ حاشیہ تاریخ بغداد:۱۳/۳۹۶......[۳] خود آپ کے حضرت مولانا سرفراز صفدر صاحب ابوالشیخ کو حجت نہیں مانتے۔ حوالے کے لیے دیکھیے تبرید النواظر:۱۸۴۔

میں عالم نہیں، نہ میرے پاس حوالہ جات چیک کرنے کے لیے تمام کتب ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان کہ میری لائبریری میں تبرید النواظر مل گئی، جلدی سے اس کا صفحہ ۱۸۴ کھولا، وہاں دور دور تک ابوالشیخ کا نام تک نظر نہ آیا، احتیاطاً صفحہ ۱۸۳/اور ۱۸۵/بھی دیکھ ڈالے......میں نے جواب لکھا کہ جب آپ کے ارسال کردہ اس حوالے کا یہ حال ہے تو باقی دو کے چیک کرنے کی ضرورت بھی نہیں رہ جاتی۔

محترم ولایت اللہ شجاع آبادی صاحب کو تو میں نے یہ جواب لکھ دیا، بعد میں تبرید النواظر کی ورق

گردانی کی تو اس کے صفحہ ۱۶۸ پر یہ الفاظ نظر آئے:

''یہ حدیث بطریق ابوالشیخ رحمہ اللہ صحیح ہے۔''

یہ پڑھ کر بہت حیران ہوا کہ بازی گر کس طرح عوام کو دھوکہ دیتے ہیں......ان کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ ابوالشیخ کو ضعیف ثابت کرنے کے لیے اتنا زور لگاتے ہیں......کیا ذخیرہ احادیث میں اس عنوان کے تحت یہی ایک حدیث ہے؟ اگر یہی ایک ہوتی تو ضرور دونوں طرف کے علماء ایڑی چوٹی کا زور لگاتے، اگر اس مضمون کی احادیث کثرت سے موجود ہیں تو بحث کیسی؟ اور اگر آپ ان تمام احادیث کا انکار کرتے ہیں تو کھل کر کہیں کہ ہم منکرِ حدیث ہیں......اور بس!

ویسے میں خود اسی نتیجے پر پہنچا ہوں......یہ انکار حدیث کا نیا روپ ہے......جب کہ علمائے دیوبند تمام کے تمام احادیث کی دل وجان سے قدر کرنے والے ہیں۔اب پہچان یہ ہوئی کہ جو احادیث کا انکار کرے، ہر حدیث کو ضعیف کہے، اور یہ کہ یہ تو جی ضعیف احادیث پر عمل کرتے ہیں تو وہ کسی صورت دیوبندی نہیں ہوسکتا......اور ان سے ہمارا مطالبہ صرف اور صرف یہی ہے کہ یہ کوئی ایک حدیث چاہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو، پیش کردیں جس میں ہو کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ دور کا درود سنتے ہیں نہ نزدیک کا......شکریہ!''

[تسکین الصدور، شمارہ:۶]

(۴)......''میرا دوست

جونہی میں کمرے میں داخل ہوا، طرح طرح کے کھانے کی خوشبوئیں ناک کے راستے پورے جسم میں چلی آئیں....میں نے دوتین لمبے لمبے سانس لیے اور پھر حیران ہوکر پورے کمرے کو دیکھا،....کمرہ کیا تھا پورا ہال تھا اور فرش پر چادر بچھی تھی، اس پہ ایک بڑا دستر خواں تھا، دستر خواں پر کھانے چنے گئے تھے۔

میں اپنے دوست سے ملنے بس یونہی چلا آیا تھا، یہ پتہ نہیں تھا کہ وہاں دعوت اڑائی جا رہی ہوگی، ....اس کے دروازے پر دستک دی تو اس کے چھوٹے بھائی نے دروازہ کھولا اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر سیدھا اُس ہال کمرے میں لے آیا...غالباً اُس نے سمجھا کہ میری بھی وہاں دعوت ہے...لیکن اُس کا یہ خیال غلط تھا ....اُس دعوت میں میرے دوست نے مجھے نہیں بلایا تھا۔

اُدھر جونہی میرے دوست مختار احمد کی نظر مجھ پر پڑی وہ بوکھلا اٹھا یعنی بجائے اِس کے کہ وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوتا اور یہ کہتا کہ آؤ آؤ...تمھارا ہی انتظار تھا.... یا یوں کہتا کہ اچھا ہوا تم بھی آگئے....تم بھی کھانے میں شریک ہوجاؤ......اُس نے یہ کہا......یار تو میں..تم..تم کیسے آگئے...میں نے تو تمھیں نہیں بلایا تھا..میرے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

میں نے فوراً کہا.... ہاں مختار احمد واقعی تم نے مجھے نہیں بلایا تھا...مجھے معلوم نہیں تھا...آج تمھارے گھر میں کوئی دعوت ہے..تو میں چلا پھر کسی روز ملنے کیلئے آجاؤں گا۔

یہ کہہ کر میں الٹے قدموں پر گھوما اور باہر نکل آیا..آپ کو شاید یہ پڑھ کر حیرت ہوگی میرے دوست نے مجھے روکنے کی بالکل کوئی کوشش نہیں کی تھی..

دراصل اُس روز بارہ ربیع الاول کا دن تھا........لیکن مجھے یہ بات قطعاً معلوم نہیں تھی کہ میرا دوست بھی عید میلادالنبی منانے والے حضرات میں سے ہے، اگر یہ بات مجھے معلوم ہوتی تو میں ہرگز وہاں نہ جاتا۔

خیر چند دن بعد اس سے ملاقات ہوئی تو وہ کچھ شرمایا شرمایا سا تھا، صاف طور پر نظریں نہیں ملا رہا تھا، آخر میں نے ہی اس سے کہا ''خیر تو ہے تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟''

ہاں! میں بالکل ٹھیک ہوں.......اس روز تم سے بہت زیادتی ہوئی، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔

وہ کوئی بات نہیں، لیکن اُس روز کھانے کس خوشی میں کھلائے جا رہے تھے؟ میں نے سرسری انداز میں پوچھ لیا......

وہ بارہ ربیع الاول کا دن تھا نا...رسول کریم ﷺ کی پیدائش کا دن......!!

ارے نہیں بھئی... بارہ ربیع الاول کا دن حضور ﷺ کی وفات کا دن ہے.... پیدائش کا نہیں......

اس بحث میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں... کیونکہ بارہ ربیع الاول کا دن آپ کی پیدائش کا دن ہے .....اور یہی دن آپ کی وفات کا بھی ہے..اس پر خوشی منائی جاسکتی ہے...

یہ تو خیر ایک الگ مسئلہ ہے کہ حضور ﷺ کی پیدائش کے دن خوشی منائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ منائی جاسکتی ہے تو کس طرح؟...اس پہ بات پھر سہی.... پہلے تو یہ طے کرلیا جائے کہ پیدائش کا دن ہے کون سا؟ تمھیں اگر میں اپنے علماء کی کتابیں دکھاؤں تو تم مانو گے نہیں صاف کہہ دوگے، کہ یہ تو تمھارے مولویوں کی کتابیں ہیں ...ہم کیوں مانیں انھیں؟...کم از کم تم اپنے علما کی تو مانو گے......!!

کیوں نہیں ...ضرور مانوں گا...ہمارے تو سب علماء نے یہی لکھا ہے کہ آپ کی پیدائش بارہ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔

مشکل تو یہی ہے کہ یہ بات بھی نہیں ہے... یہ کہتے ہوئے میں مسکرایا....

کیا مطلب؟...کیا نہیں ہے؟

میں تمھیں مولانا احمد رضا کی تحقیق دکھاتا ہوں...ان کی بات مانو گے یا نہیں......؟

کیوں نہیں مانوں گا...ان جیسا عالم تو آج تک پیدا ہی نہیں ہوا..

چلو اگر یہ بات ہے کہ ان جیسا عالم تو آج تک پیدا ہی نہیں ہوا تو پھر تو ان کی بات ماننا اور بھی ضروری ہوجاتا ہے...بہتر..یہ میرے ہاتھ میں ''نطق الہلال'' ہے..مولانا احمد رضا صاحب نے اِس میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ آپ ﷺ ۸/ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

کیا..نہیں....یہ نہیں ہوسکتا

آپ ان کی پوری تحقیق بغور پڑھ لیں...بلکہ یہ کتاب گھر لے جائیں اور بغور اس تحقیق کا مطالعہ کر لیں...پھر آپ جس نتیجے پر پہنچیں مجھے بھی بتا دینا۔

اچھی بات ہے......!

یہ کہہ کر میرا دوست اٹھ کھڑا ہوا، کچھ دن بعد اس نے کتاب واپس بھیج دی....لیکن خود ملنے کے لیے نہیں آیا....اُس دن سے دوستی ختم کر لی.کبھی راستے میں آمنا سامنا ہو بھی جاتا ہے.تو وہ کنی کترا کر نکل جاتا ہے...اور میں سوچتا رہ جاتا ہوں...اِس میں قصور میرا ہے یا.....؟ [تسکین الصدور، شمارہ:۱۱]

(۵)......''آمین کا انتظار

تقریباً ایک سال پہلے کی بات ہے، میرے موبائل کی گھنٹی بجی مَیں نے موبائل آن کیا تو دوسری طرف سے کہا گیا، مَیں حسن رضا سردار بات کرر ہا ہوں..........آپ کے ناول بہت زیادہ شوق سے پڑھتا ہوں......میرے خیال میں آپ علماء دیوبند کے بارے میں بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہیں......مَیں اس سلسلے میں آپ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہوں......تحریری مناظرہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ خود آپ ہار نہیں مان جائیں گے۔

یہ الفاظ میرے لیے عجیب نہیں تھے۔میری کتابیں پڑھنے والے بے شمار لوگ اس قسم کے چیلنج کرتے رہے ہیں۔لہٰذا میں نے ان سے صاف الفاظ میں کہا!

''الحمدللہ مَیں کسی خوش فہمی یا غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوں......آپ بسم اللہ کریں''

تین دن بعد ان کا خط آ گیا۔خط میں علمائے دیوبند پر وہی الزامات تھے۔جو احمد رضا کے زمانے سے لگتے چلے آ رہے تھے۔یعنی جن کا ذکر احمد رضا نے حسام الحرمین میں کیا ہے۔مَیں نے جواب میں صرف اتنا لکھ دیا کہ آپ ایک وقت میں ایک الزام پر بات کریں......ایک ہی وقت میں تمام الزامات پر تو بات ہونے سے رہی۔اس پر انہوں نے لکھا......مَیں مولانا تھانویؒ والی تحریر پر بات شروع کرتا ہوں۔اپنی اس تحریر میں تھانوی صاحبؒ نے حضور نبی کریمﷺ کا علم کتوں، بلیوں اور پاگلوں جیسا لکھا ہے۔(نعوذ باللہ)

بات پرانی چلی آ رہی ہے......لہٰذا مَیں نے سادہ الفاظ میں لکھ دیا کہ اس تحریر کا یہ مطلب ہرگز نہیں جو آپ لوگوں نے لے لیا ہے۔بس اس بات پر بحث شروع ہوگئی......اُدھر سے وہ خط لکھتے رہے اِدھر سے مَیں......اللہ کی مہربانی سے ہمارے علماء نے پہلے ہی بہت مکمل اور مدلل جوابات اپنی کتب میں تحریر فرما دیئے ہیں۔ان میں ''عباراتِ اکابر'' زیادہ اہم ہے......مَیں نے اس کے مطابق جوابات لکھے......لیکن اس طرف سے ایک ہی رٹ جاری رہی......نہیں جناب اس تحریر میں آنحضرتﷺ کی گستاخی ہے......آپ ثابت کریں۔گستاخی نہیں ہے......آسان الفاظ میں اس تحریر کا مطلب لکھیں۔

یہ سب کیا گیا......المہند سے آسان الفاظ میں مطلب بھی نقل کیا گیا مگر ڈھاک کے وہی تین پات......بات جاری رہی......اور یہی لکھا جاتا رہا......ان الفاظ میں صاف طور پر گستاخی موجود ہے...... غرض مَیں نے تمام تر وضاحتیں کرڈالیں......علمائے دیوبند نے اس سلسلے میں جو جوابات دیئے تھے...... وہ سب لکھ لکھ کر بھیج دیئے ادھرے سے ہر بار ایک ہی جواب ملتا رہا کہ اس تحریر میں گستاخی ہے اور بس...... آپ ثابت کریں کہ گستاخی نہیں ہے......میں سمجھ گیا......اس طرح تو واقعی یہ مناظرہ جاری رہ سکتا تھا جب تک وہ چاہتے......کیونکہ انہیں تو تمام باتوں میں صرف ایک ہی جواب دینا تھا......یہ کہ یہ الفاظ گستاخانہ ہیں اور بس......اس طرح تقریباً آٹھ نو ماہ گزر گئے......خطوط آتے رہے جاتے رہے، مَیں نے اللہ ربّ العزت سے دعا کی کہ اس مناظرے کا کسی طرح اختتام ہو جائے......کیونکہ اصل مسئلہ یہ تھا کہ ساری دنیا کوے کو سیاہ مانتی رہے......لیکن کوئی ایک یہ کہتا رہے کہ نہیں کوّا سفید ہے......اب اسکا علاج ہو ہی کیا سکتا ہے......پھر جب مَیں نے اللہ ربّ العزت سے دعا کی تو اس نے ایک بات دل میں ڈالی میں نے انہیں لکھا۔

آپ کہتے ہیں، الفاظ میں مولانا تھانویؒ نے آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی کی ہے......ہم کہتے ہیں گستاخی نہیں کی......بلکہ یہ علمائے دیوبند کے خلاف ایک سازش تھی......لیجئے مَیں دوٹوک لکھے دے رہا ہوں......اگر مولانا تھانویؒ صاحب نے آپ ﷺ کی شان مَیں گستاخی کی ہے تو وہ جائیں جہنم میں اور ان کے ساتھ میں بھی جاؤں جہنم میں......آمین......آپ بھی کہہ دیں آمین۔ اور اگر اس میں تھانوی صاحب نے گستاخی نہیں کی بلکہ احمد رضا خاں کی چال تھی، سازش تھی، علما دیوبند کو کافر ثابت کرنے کی مکروہ کوشش تھی، تو احمد رضا خان جائے جہنم میں اور آپ بھی اس کے ساتھ جائیں جہنم میں......آمین، آپ بھی کہہ دیں آمین......آپ اس خط پر دونوں جملوں کے نیچے آمین لکھ دیں......جیسا کہ مَیں نے لکھا ہے......بس جی! مَیں نے یہ خط لکھ کر پوسٹ کر دیا......ادھر سے جواب نہ آیا......مَیں نے دوبارہ انہی الفاظ میں خط لکھ دیا اور آمین لکھنے کا مطالبہ کیا......جواب پھر نہ آیا......اس کے بعد مَیں نے اور کئی تحریروں پر آمین لکھنے کا چیلنج کیا ......لیکن وہ کسی ایک تحریر پر بھی آمین لکھنے کو تیار نہیں ہوئے......جبکہ ان کا چیلنج یہ تھا کہ جب تک ہم چاہیں گے یہ مناظرہ جاری رہے گا......لیکن وہ اس پر بھی جھوٹے پڑ گئے......مناظرہ سے فرار ہو گئے......مَیں آج بھی آمین کے انتظار میں ہوں..........لیکن الحمد للہ بریلوی تلوں میں تیل نہیں ہے۔[تسکین، ش:۱]

(۶)......''وائے حیرت

یہ کیا پڑھ رہے ہیں اشتیاق صاحب......انہوں نے آتے ہی زور دار انداز میں کہا اور کتاب لے کر اس کا نام پڑھا......ساتھ ہی انکا منہ بن گیا، نفرت زدہ انداز میں بولے ''یہ آپ کن لوگوں کی کتابیں پڑھتے رہتے ہیں؟ آپ کو معلوم نہیں، یہ کتنے گستاخ رسول ﷺ ہیں''......

وہ میرے دفتر کے وکیل تھے، کوئی قانونی معاملہ ہوتا تو میں ان کے حوالے کر دیا کرتا تھا، ہر روز دوپہر کے وقت دفتر میں آنا ان کا معمول تھا، دوپہر کا کھانا بھی اکثر ہمارے ساتھ ہی کھاتے تھے......انارکلی کی کھیر کے بہت شوقین تھے آتے ہی کہا کرتے تھے ''بھئی! کھانے میں کھیر ضروری ہونی چاہیے'' اور میں مسکرا دیا کرتا تھا۔

اس روز ان کے آنے سے پہلے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کتاب ''**تحذیر الناس**'' پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ آ گئے......کتاب اور مولانا کے بارے میں ان کے جملے سن کر میں دھک سے رہ گیا...... یہ بات مجھے اس دن معلوم ہوئی تھی کہ وہ بھی کچھ لوگوں کی طرح علمائے دیوبند کو گستاخ رسول ﷺ سمجھتے ہیں......

میں نے جلے بھنے انداز میں ان سے پوچھا ''یہ کتاب آپ نے پڑھی ہے؟''......

توبہ کریں توبہ، میں اور ان لوگوں کی کتابیں پڑھوں؟......

جب آپ نے یہ کتاب پڑھی ہی نہیں تو پھر آپ انہیں کس طرح گستاخ رسول ﷺ کہہ سکتے ہیں؟......

بس یہ ہیں ہی گستاخ رسول ﷺ......

وکیل صاحب! آپ ایک وکیل ہیں اور ہیں بھی اردو ادب کے شاعر، ادبی زبان تو سمجھتے ہیں......ذرا اس کتاب کا ایک صفحہ پڑھ کر دیکھ لیں، پھر مجھ سے بات کریں......!!

پہلے تو پڑھنے سے انکار کرتے رہے، جب میں ضد پر اڑا رہا تو انہوں نے کتاب کا ایک صفحہ پڑھنے کی حامی بھر لی......بس وہ شروع ہو گئے اور کتاب کو پڑھتے ہی چلے گئے، یہاں تک کہ کتاب ختم کر کے دم لیا......اب ان کے چہرے کی کیفیت ہی عجیب تھی......انہوں نے کتاب کو میز پر رکھا اور اٹھ کر باہر کی طرف چل دیے......

میں نے آواز لگائی ''وکیل صاحب! کھانا؟'' انہوں نے جیسے میرے الفاظ سنے ہی نہیں......بس کمرہ سے نکل گئے......دوسرے دن وکیل صاحب دفتر نہ آئے تو میں نے انکے گھر فون کیا، ان کے بیٹے نے بتایا ''ابو کل دوپہر کو شدید پریشانی کے عالم میں گھر آئے تھے، آتے ہی کوئی بات کیے بغیر بستر پر لیٹ گئے اور سو گئے، شام کے وقت تک جب نہ جاگے تو ہم نے انہیں جگانے کی کوشش شروع کی......لیکن وہ نہ جاگے......جب سب کوشش کر کے تھک گئے تو ڈاکٹر کو بلانا پڑا......وہ بھی انہیں ہوش میں نہ لا سکے......اب ابو ہسپتال میں داخل ہیں اور مسلسل بے ہوش ہیں...... میں یہ سن کر گھبرا گیا، ہسپتال کا پوچھا اور وہاں پہنچ گیا ......وکیل صاحب مسلسل بے ہوش تھے خیر میں ان کے بیٹے سے مل کر چلا آیا......اس روز شام کے وقت ان کے بیٹے کا فون آیا......وہ روتے ہوئے کہہ رہے تھے ''ابو فوت ہو گئے''......وہ دن اور آج کا دن میں اس واقعے پر اب تک حیران ہوں...... میں نے یہ واقعہ جسے بھی سنایا وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا......آج مفتی

جمیل الرحمٰن عباسی صاحب کی فرمائش پر یہ واقعہ تحریر کر دیا ہے تا کہ ''تسکین الصدور'' کے قارئین بھی حیران ہونے کا فریضہ انجام دے لیں۔ [تسکین، ش:۲......ربیع الاول، ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ]

(۷)......''پرانی لکیر

دروازے پر دستک ہوئی، میرے بیٹے نے آ کر بتایا کوئی صاحب آپ کو باہر بلا رہے ہیں، اٹھ کر باہر گیا تو میرے ایک پڑوسی موٹر سائیکل پر بیٹھے نظر آئے۔ مجھے دیکھتے ہی بولے: ''اشتیاق صاحب! چلیے میرے ساتھ، آپ کو چائے پلانی ہے'' کیا مطلب چائے پلانی ہے......لیکن میں تو چائے پی چکا ہوں!

اور میرے ایک دوست آئے ہیں آپ کو ان سے ملوانا چاہتا ہوں......

کیا بہت ضروری ہے؟ میں نے قدرے پریشان ہو کر اپنی مصروفیت کے پیش نظر کہا......

ہاں بہت ضروری ہے، وہ بولے......

اچھی بات ہے میں ذرا گھر والوں کو بتا دوں! گھر بتا کر میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا اور وہ چل پڑے،

پڑوسی ہونے کی وجہ سے ان سے آمنا سامنا ہوتا رہتا ہے، وہ اکثر طنزیہ جملے کہتے رہتے ہیں، ایک بار دس محرم کو کہنے لگے آج چہلم کھلاتا ہوں آپ کو......!

میں نے فوراً انکار کر دیا اور ان سے صاف کہہ دیا کہ میں بدعات سے بہت بدکتا ہوں......

ایک روز میلاد کی دعوت دی، میں نے معذرت کر لی کہ میں نہیں آ سکتا......

۱۴/شعبان کو ان سے آمنا سامنا ہوا تو بولے آج کے دن حلوا کھانا بھی بدعت ہوگا آپ کے نزدیک......؟

بس اس قسم کے طنزیہ جملے کسنا ان کی عادت ہے اور میں پڑوسی ہونے کے ناطے بس مسکرا دیتا ہوں ......آج چونکہ انہوں نے کوئی طنزیہ جملہ نہیں کہا تھا اور صرف چائے کی پیش کش کی تھی اور ایک دوست سے ملانے کی بات کی تھی، اس لیے میں چل پڑا تھا......جلد ہی وہ اپنے گھر کے سامنے آ گئے، ان کے ڈرائینگ روم میں واقعی ایک صاحب موجود تھے،

اب میرے پڑوسی کہنے لگے:

اشتیاق صاحب! یہ میرے دوست ہیں کالج میں لیکچرار ہیں، انہیں پروفیسر جلال الدین کہتے ہیں (ان کا اصل نام نہیں لکھ رہا) ان کا مطالعہ بہت وسیع ہے اور آپ بہت دیوبندی بنتے ہیں آج یہ آپ کو بتائیں گے کہ دیوبندیت کیا ہے؟

میرا ماتھا ٹھنکا، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ مجھے اس طرح چکر دے کر کالج کے ایک پروفیسر صاحب کے سامنے لا بٹھائیں گے، گھبراتے ہوئے انداز میں مَیں نے ان سے مصافحہ کیا اور اپنے پڑوسی سے شکایت آمیز انداز میں کہا......اگر ایسا کوئی پروگرام تھا تو آپ مجھے بتا تو دیتے......

لیکن آپ تو بڑے مناظر بنتے ہیں، اب آپ کی سٹی کیوں گم ہوگئی ہے؟ اب آپ کو کوئی کھا تو نہیں جائیں گے!......

اب میں پریشان، کہ بیٹھے بٹھائے یہ کیا مصیبت مول لے بیٹھا، کالج کے ایک پروفیسر صاحب جن کا مطالعہ بھی بہت ہے، کیسے بات کروں گا، لیکن مرتا کیا نہ کرتا ان کے سامنے بیٹھ گیا اور بولا:

فرمایئے! آپ مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟

وہ چھوٹتے ہی بولے: جن علماء کے آپ پیچھے لگے ہوئے ہیں ان کے بارے میں آپ کو کچھ معلوم بھی ہے وہ تو ختم نبوت تک کے منکر ہیں، گویا مرزائیوں اور دیوبندیوں میں کوئی فرق نہیں، انہوں نے پہلا تیر چلایا......

جواب میں میں نے کہا......آپ ذرا کھل کر بات کریں ہمارے کون سے عالم نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے؟ اور کس کتاب میں یہ بات لکھی ہے؟

ہاں ہاں! کھل کر بات کروں گا دیوبندی مولوی کا نام ہے محمد قاسم نانوتوی اور کتاب کا نام ہے تحذیر الناس، اس کتاب میں دیوبندی مولوی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں اور اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو کوئی فرق نہیں پڑ سکتا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، میں خاتم النبیین ہوں، اب آپ بتائیں یہ ختم نبوت کا انکار ہوا یا نہیں؟

وہ یہاں تک کہہ کے خاموش ہوگئے، اب میری باری تھی میں نے ان سے کہا آپ نے تحذیر الناس پڑھی ہے؟

وہ فوراً بولے: ہاں بالکل پڑھی ہے......

اور اس میں بالکل یہ الفاظ ہیں جو آپ نے کہے ہیں......؟

ہاں! بالکل......!

میں فوراً اپنے پڑوسی کی طرف مڑا اور بولا: آپ نے ان کے الفاظ سن لیے اب میری بات سنیں! میرا دعویٰ ہے کہ انہوں نے تحذیر الناس نہیں پڑھی، اپنے مولویوں کی کتابیں پڑھ کر بات کر رہے ہیں، اور اگر یہ سچے ہیں تو جائیں اور تحذیر الناس اٹھا کر لے آئیں اور اگر یہ نہیں لا سکتے تو مجھے اجازت دیں میں گھر سے تحذیر الناس اٹھا کر لے آتا ہوں...... ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ جایئے پروفیسر صاحب! تحذیر الناس لے آیئے میں یہیں بیٹھا ہوں!

اب وہ چپ، سانپ سونگھ گیا انہیں، ایسے میں مغرب کی اذان شروع ہوگئی، میں نے ان سے کہا: میں نماز کے لیے جا رہا ہوں، آپ بھی نماز پڑھ لیں، اور نماز کے بعد تحذیر الناس لے آیئے، یہ کہہ کر میں مسجد کی طرف چلا گیا......واپس آیا تو پڑوسی صاحب گھر میں نہیں ہیں، وہ اپنے دوست کے ساتھ کہیں

چلے گئے تھے۔ یہ لوگ دراصل پرانی لکیر کو پیٹ رہے ہیں اور بس! [تسکین،ش:۳]

(۸)......''ختم نبوت کا انکار

کراچی کے ایک مولانا صاحب نے خط لکھا، خط حد درجے طنزیہ تھا، لیکن بات وہی پرانی تھی...... جو یہ لوگ ایک سو سال سے دہراتے چلے آرہے ہیں...... یہ کہ ''آپ کے مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تحذیر الناس'' میں ختم نبوت کا انکار کیا ہے۔''

انہوں نے اپنا جو پتہ تحریر کیا وہ ایک مدرسے کا تھا، اس قسم کے خطوط مجھے موصول ہوتے رہتے ہیں...... بلکہ اس ایک تحریر پر نہیں، علمائے دیوبند کی مختلف تحریروں کے سلسلے میں خطوط آتے رہتے ہیں...... میں نے علمی بحث کرنے کی بجائے انہیں جواب میں لکھا: ''اگر تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار ہے تو پھر آپ کے مولانا پیر کرم شاہ صاحب بھیروی نے اس کی تعریف کیوں کی ہے؟...... وہ تو شرعی عدالت کے چیف جسٹس ہیں؟...... (اس وقت پیر کرم شاہ صاحب زندہ تھے) اب یا تو ان کی عقل پر ماتم کریں...... اور تحریری طور پر اقرار کریں کہ پیر صاحب کی عقل ناقص ہے...... یا پھر یہ اقرار کریں کہ احمد رضا کی عقل ناقص تھی، وہ تحذیر الناس کو نہیں سمجھ سکے...... اور مجھ سے پوچھتے ہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ تحذیر الناس کی عبارت میں ختم نبوت کی تعریف ہے...... ایسی تعریف جو آپ کے بڑے اکابر تک نہیں کر سکے...... بہر حال انکار نہیں ہے۔''

میرا خط ملنے پر انہوں نے کھٹ سے جواب لکھ مارا کہ: ''آپ دوسروں کو لاعلم سمجھتے ہیں، ہمیں سارے معاملے کا علم ہے، پیر کرم شاہ صاحب نے غلطی سے جو تعریف کر دی تھی، اس کا رد انہوں نے ایک کتاب لکھ کر کر دیا ہے، اس کتاب کا نام ہے ''تحذیر الناس میری نظر میں''...... آپ نے اس کتاب کا مطالعہ تو کیا نہیں اور چلے ہیں بحث کرنے۔ میں نے انہیں جوابی خط میں یاد دلایا کہ: ''بحث تو خود آپ نے شروع کی ہے اور مجھے تو آپ نے بحث کی دعوت دی ہے، آپ کا پہلا خط اس بات کے ثبوت میں میرے پاس موجود ہے، اور جہاں تک تعلق ہے ''تحذیر الناس میری نظر میں'' کا...... تو یہ کتاب میری لائبریری میں الحمد للہ بہت پہلے سے موجود ہے...... ہاں! خود آپ نے اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا...... اگر کیا ہوتا تو مجھے اس کا حوالہ ہر گز نہ دیتے، کیونکہ اس کتاب میں بھی پیر صاحب نے لاچار ہو کر یہی لکھا ہے کہ ''تحذیر الناس میں بہر حال ختم نبوت کا انکار نہیں ہے۔''...... تو میرے محترم! آپ پہلے کرم شاہ کے خلاف فتویٰ صادر کریں...... تب ہم آگے چلیں گے...... علمی بحث اس وقت شروع ہو گی۔''

اب ان کا جواب آیا: ''پیر کرم کو چھوڑیں، آپ علمی بحث شروع کریں!'' میں نے جواب میں لکھا: ''آپ ان کے خلاف فتویٰ لکھیں کہ ان کی عقل ناقص تھی...... وہ ''تحذیر الناس'' کو غلط سمجھے ہیں، تب ہم آگے شروع کریں گے...... کیونکہ پیر کرم شاہ آپ کے بڑے ہیں...... یا چلیے اتنا لکھ دیں کہ ان میں

تو آپ کے برابر بھی عقل نہیں ہے...... کیونکہ جو بات آپ سمجھے ہیں، وہ پیر صاحب نہیں سمجھے'' بس یہ بحث یہیں دم توڑ گئی، 'مولانا' صاحب دم دبا کر خاموش ہوگئے۔ الحمدللہ، ثم الحمدللہ۔ [تسکین الصدور، ش:۴]

مذکورہ بالا تحریرات سے اشتیاق احمد صاحبؒ کا مسلکی ذوق ومزاج بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ مسلکی حوالے سے اِس قدر حساس تھے کہ کئی سال قبل انھوں نے ایک صاحب سے بیعت کا ارادہ کیا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ وہ صاحب صوفی اقبال صاحب کے خلیفہ ہیں۔ اور صوفی اقبال صاحب نے اکابر دیوبند کے نظریات کے برعکس بعض علوی مالکی نظریات کو قبول کر کے اُن کی اشاعت وترویج میں اپنی صلاحتیں صرف کردی تھیں۔ تو باوجود اُن کی طرف طبیعت کے میلان کے اُن سے بیعت کا ارادہ ترک کردیا۔ پھر اپنے علاقہ کے ہی ایک صاحب سے اِصلاحی تعلق قائم کیا۔ لیکن اُن کی زندگی میں ''تکلف'' (تصنع) دیکھ کر کنارہ کش ہونا پڑا۔ بالآخر استاذِ مکرم حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتھم العالیہ [لاہور] کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوگئے۔ اُستاذِ مکرم مدظلہم کے بارے میں اشتیاق صاحبؒ فرماتے تھے کہ: ''اِن میں مجھے صحابہ کے اوصاف نظر آتے ہیں۔''

دیگر مسائل کی طرح روافض کے بارے میں بھی اشتیاق احمد صاحبؒ جمہور علمائے دیوبند کے فتوے وفیصلے سے کلی طور پر متفق تھے۔ اور اہلِ تشیع کو عام کافر ہی نہیں زندیق گردانتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ کسی بھی محاذ پر اتحاد کی نہ ضرورت سمجھتے تھے اور نہ فائدہ۔ ویسے بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ سمیت متعدد اکابر دیوبند کی تحقیقات وتحریرات کے مطابق اثنا عشری اپنے ''نظریہ امامت'' کی بنا پر ختم نبوت کے منکر ہیں۔ اِس لیے اُن سے عقیدہ ختم نبوت کے دفاع وتحفظ کی امید سعی لاحاصل ہے۔

جاسوسی اور ادبی ناولوں کے لحاظ سے تو وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ ۸۰۰ر سے زائد ناولوں کا غالباً عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ اور ناول ایسے کہ ''وادیٔ مرجان'' نامی ناول پڑھ کر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ بھی اشتیاق احمدؒ صاحب کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے۔ اشتیاق احمد صاحبؒ کے درجِ ذیل جملے تو تقریباً اُن کے ہر ناول کے شروع میں ہوتے تھے:

''ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

...... یہ وقت نماز کا تو نہیں۔

......آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

......کل آپ کا کوئی ٹیسٹ یا امتحان تو نہیں۔

......آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر اِن باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔شکریہ آپ کا مخلص اشتیاق احمد''

اِسی طرح بعض ناولوں کے آغاز میں درج احادیث شریفہ بھی قوم کے نونہالوں کی فکری تربیت کے لیے نہایت اثر انگیز ثابت ہوتی رہیں۔چند ایک نمونے قارئین بھی دیکھتے چلیں:

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہمارے سامنے خطبہ دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! شرک سے بچو، اس کی چال تو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا، تو ہم کس طرح بچ سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ممکن ہو، بچتے رہو اور ساتھ یہ دعا بھی کرتے رہو کہ الٰہی ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اِس سے کہ ہم تیرے ساتھ شرک کریں اور جانتے بوجھتے بھی ہوں۔اور تیری بخشش طلب کرتے ہیں اس شرک سے بھی جو ہم سے لاعلمی میں ہو گیا۔'' [طبرانی۔مسند احمد]

(معلوم ہو گیا کہ شرک صرف بتوں کی عبادت کا ہی نام نہیں۔اور بھی بے شمار طرح سے لوگ شرک کر بیٹھتے ہیں۔)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ مَیں ہوں اور مَیں خاتم النبیین ہوں۔'' (یعنی حضور نبی کریم کے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے، جسے پُر کرنے کے لیے کوئی نبی آئے۔)[بخاری شریف]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اِس کتاب یعنی قرآنِ حکیم کی وجہ سے کتنی ہی قوموں کو بلند مرتبہ عطا کرتا ہے اور کتنی قوموں کو پست وذلیل کرتا ہے۔'' [مسلم شریف] (ژاب کے جلاد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے، نہ نماز، نہ صدقہ قبول کرتا ہے اور نہ حج، نہ عمرہ اور نہ جہاد۔اور نہ کوئی فرض عبادت قبول کرتا ہے نہ نفلی عبادت۔بدعتی اسلام سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔''[ابن ماجہ] (بلیک ہارٹ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشادفرمایا: ''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، سب کے سب فرقے دوزخ میں جائیں گے، مگر صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ فرمایا: وہ فرقہ ہے جس نے وہ کام کیے جو میں نے اور میرے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے کیے ہیں۔''

[ترمذی:۸۹/۱] (ہیڈ کوارٹر کی تلاش)

☆......مجلّہ ''صفدر'' کا پہلا شمارہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی یاد میں ''شیخ المشائخ نمبر'' تھا۔ بندہ کی درخواست پر اشتیاق احمد صاحبؒ نے اُس کے لیے درج ذیل مضمون ارسال فرمایا:

''زندگی کے بیس دن

۱۹۸۳ء کی بات ہے، میں نے ایک ناول ''وادیٔ مرجان'' لکھا، جب وہ شائع ہوا تو دو ہٹے کٹے مرزائی ملنے کے لیے آگئے۔ کہنے لگے، یہ ناول آپ نے ہمارے خلاف لکھا ہے، پتا چلا وہ مرزائی ہیں۔

''وادی مرجان'' میں ایک ایسے شخص کی کہانی تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا، بس اللہ کی قدرت وہ ان پر فٹ آگئی، اِسی لیے اُنہوں نے خیال کیا کہ میں نے یہ ناول اُن کے خلاف لکھا ہے۔ اِس طرح میرا تعلق ختم نبوت سے قائم ہوا۔ ایک بار مولانا غلام حسین صاحب کے ساتھ دفتر ملتان جانا ہوا۔ وہاں حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، مولانا غلام حسین مجھے فوراً حضرت جی کے پاس لے گئے اور ناول کے حوالے سے میرے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہ مرزائی اَب اِن میں دلچسپی لے رہے ہیں، لیکن یہ ہمارے ساتھ شامل ہوگئے ہیں۔ حضرت جیؒ نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا، مسکراتے ہوئے دعا دی۔ یہ میری اُن سے پہلی ملاقات تھی۔ اس کے چند سال بعد اچانک مجھے مولانا عزیزالرحمٰن (جالندھری) صاحب کا خط موصول ہوا، انہوں نے لکھا تھا کہ آپ کو عالمی مجلس ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا رکن چن لیا گیا ہے، اِس سال فلاں تاریخ کو آپ کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کرنا ہے۔

میں حیرت زدہ رہ گیا...... میں نے انہیں فوراً لکھا کہ میں عالم نہیں ہوں اور یہ رکنیت کسی عالم کا مشن ہے۔ لیکن اُن کا جواب آیا، جو فیصلہ ہوا ہے، وہ درست ہے۔ اِس طرح میں نے زندگی میں پہلی بار مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی...... وہاں حضرت جیؒ کے ساتھ چھ گھنٹے بیٹھنا نصیب ہوا۔ اب تو ہر سال یہ موقع ملنے لگا...... اس طرح تقریباً بیس سال تک ہر سال ان کے ساتھ ایک کمرے میں کئی گھنٹے بیٹھنے کا موقع ملتا رہا۔ اس دوران آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو اجلاس کندیاں میں رکھ دیا گیا۔ وہاں بھی جانا ہوا۔

اِس سال پانچ مئی (۲۰۱۰ء) کو چند مہربانوں نے مغرب کے بعد اور عشاء سے کچھ دیر پہلے اطلاع دی کہ آپ کی رحلت ہوگئی ہے۔ دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا...... اجلاس کے کمرے میں گزرے زندگی کے وہ بیس دن آنکھوں کے سامنے گزرنے لگے...... میں سوچنے لگا...... اِس سال جب میں اجلاس

میں جاؤں گا تو حضرت جی کو نہیں پاؤں گا، اس وقت کیا کیفیت ہوگی......

ابھی وہ دن نہیں آیا......لیکن اس دن جو حالت ہوگی، اسے محسوس کرتے ہوئے دل بیٹھنے لگتا ہے......

اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے۔ آمین'' [صفدر، شیخ المشائخ نمبر]

☆......اِشتیاق احمد صاحبؒ نے اپنے حالاتِ زندگی اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''میری کہانی'' میں خود لکھ دیئے تھے، یہ کتاب اُن کی زندگی میں بھی کئی بار طبع ہو چکی ہے۔ بندہ نے بھی زمانہ طالب علمی میں پڑھی تھی۔ نام ونسب، تاریخ ولادت وجائے پیدائش، آبائی وطن اور ابتدائی تعلیم نیز بہن بھائیوں اور اولاد سے متعلق اُسی کتاب سے چند سطور پیش خدمت ہیں:

''نام: اشتیاق احمد بن مشتاق احمد بن گل محمد۔ تاریخ ولادت: ۵/جون ۱۹۴۴ء۔ جائے پیدائش: پانی پت ضلع کرنال مشرقی پنجاب بھارت۔ تاریخ ومقام ہجرت: ۱۹۴۷ء میں خاندان ہجرت کر کے جھنگ میں آباد ہوا۔ ابتدائی تعلیم: شیخ لاہوری پرائمری سکول جھنگ صدر۔ میٹرک: اسلامیہ ہائی سکول جھنگ۔ تین بھائی ایک بہن۔ اولاد: پانچ بیٹے، چار بیٹیاں۔ دو بیٹے نوید اور توحید صاحب ہومیو ڈاکٹر ہیں۔ ان کا کلینک اور میڈیکل سٹور ہے۔ ایک بیٹے آصف صاحب کمپیوٹر اور پرنٹر مکینک ہیں۔ چھوٹے بیٹے فاروق اور عثمان اسٹیشنری کا کام کرتے ہیں۔'' [میری کہانی]

☆......ارادہ تو تھا کہ فرصت ویکسوئی کے لمحات میں اطمینان سے بیٹھ کر حضرت اشتیاق احمد صاحب رحمہ اللہ پر تفصیلی مضمون لکھوں۔ لیکن مختلف مصروفیات نے ایسا گھیرا کہ اُن سے نکلنا مشکل ہوگیا۔ اِدھر ''صفدر'' کی طباعت کے دن سر پر آ پہنچے، آئندہ شمارے تک مؤخر کرنا اِس لیے مناسب نہیں لگا کہ کہیں رہتا رہتا رہ ہی نہ جائے۔ یادداشت بھی پوری طرح ساتھ نہیں دے رہی، پرانی ڈائریاں بھی قریب نہیں ہیں، اشتیاق صاحبؒ کے بندہ کے نام خطوط بھی اِس وقت دُور ہیں۔ مجبوراً حافظے پر زور دے کر جو کچھ یاد آسکا اُس کی روشنی میں بعجلت تام چند سطور تحریر کر دی ہیں۔ بھلا ہو مدیرِ اعلیٰ صاحب کا کہ اُن سے اشتیاق صاحب کی مسلکی تحریرات دستیاب ہوگئیں۔ اُنھی تحریرات کی وجہ سے یہ مضمون طویل نظر آ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال رہی تو بقیہ یادداشتیں اور اشتیاق احمد صاحبؒ کے مکاتیب ان شاء اللہ آئندہ کسی شمارے میں نذرِ قارئین کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ حضرت اشتیاق احمد صاحب رحمہ اللہ کی لغزشات سے درگذر فرما کر اُنھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ اُن کے صدقاتِ جاریہ کو تا قیام قیامت جاری وساری رکھیں۔ پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں اور ہم سب کو اپنے محبوبین ومقبولین لوگوں میں شامل فرمالیں۔ آمین

حافظ محمد شمس الدین خان طلحہ صفدری بن شیخ قارن مدظلہم قسط:۲

اِفاداتِ شیخین کریمین

۳)......بشریت انبیاء علیہم السلام

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

پہلی مشرک قوم نوح علیہ السلام کی تھی، پیغمبر کی بشریت کا انکار بھی اُس زمانے سے شروع ہوا ہے کہ پیغمبر بشر نہیں ہونا چاہیے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو کہا گیا کہ تم ہماری طرح بشر ہو، نبی کس طرح بن گئے؟ حضرت ہود علیہ السلام کو بھی کہا گیا کہ:ما ھذا الا بشر مثلکم مما تاکلون ویشرب مما تشربون. [مومنون:۳۳] ''نہیں ہے یہ مگر بشر تمہارے جیسا، کھاتا ہے ان چیزوں سے جن سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے اس میں سے جو تم پیتے ہو۔'' یہ نبی کس طرح بن گیا؟ یہ سلسلہ اِسی طرح چلتا رہا، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے متعلق لوگوں نے کہا:''ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق''[الفرقان: ۷] ''کیا ہے اس رسول کو کہ یہ کھاتا ہے اور چلتا ہے بازاروں میں۔'' سودا سلف لینے کے لیے بازار بھی جاتا ہے، نبی کس طرح ہو گیا؟ [ذخیرۃ الجنان:۱۰/۳۵۶]

امام اہل سنت رحمہ اللہ آگے جا کر فرماتے ہیں کہ:

ھل کنت الا بشر رسولا . ''نہیں ہوں میں مگر ایک بشر رسول۔'' تو تمام پیغمبر بشر تھے، آدمی تھے، انسان تھے، مگر درجہ اور مقام اُن کا بہت بلند تھا۔ لیکن نادان لوگ کہتے ہیں کہ: (پیغمبر کو) بشر نہ کہو۔ بھئی کیوں نہ کہیں؟[ذخیرۃ الجنان:۱۰/۳۵۷]

امام اہل سنت رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۹۵ رمیں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا. اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلنے بسنے والے تو یقیناً ہم اتارتے ان پر آسمان کی طرف سے فرشتے رسول بنا کر۔ اگر زمینی مخلوق فرشتے ہوتے تو ہم ان کی اصلاح کے لیے فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتے، لیکن ہم نے زمین آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حوالے کی ہے تو ان کی اصلاح کے لیے ان ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی فرشتہ ہوتا تو انسان اس سے فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ [ذخیرۃ الجنان:۱۰/۳۶۲]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی ہم جنس انسانی مخلوق کے لیے نمونہ ہوتے ہیں، انبیاء میں بھی وہ تمام لوازمات بشری پائے جاتے ہیں جو عام لوگوں میں پائے جاتے ہیں، جس طرح عام انسانی مخلوق کو دورانِ زندگی تکلیف، مصیبت، بیماری، فتح، شکست، آرام، راحت، نیند، بیداری اور موت سے واسطہ پڑتا ہے، اِسی طرح اللہ کے نبیوں کو بھی اِن حوادثات سے گزرنا پڑتا ہے، اگر یہ چیزیں نبی اور عام امتی میں یکساں طور پر نہ پائی جائیں تو نبی امت کے لیے نمونہ نہیں بن سکتا، اور امت کے لوگ نبی کے صبر واستقلال، خوشی اور غمی کے معاملات، فتح وشکست کے نتائج وغیرہ کو دیکھ کر ان کا نمونہ پکڑتے ہیں۔ [خطبات سواتی: ۳۲/۴]

حضرت مفسر قرآن رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

سارے نبی انسان اور بشر تھے، بشر ہونا کوئی توہین کی بات نہیں ہے، اللہ نے فرمایا: ہم نے بشر کو مٹی سے پیدا کیا، اور یہ سب ایک دوسرے کی اولاد ہیں۔ بشر سے مراد اللہ کی وہ مخلوق ہے جس کی کھال نظر آتی ہے، یہ گندمی رنگ والا انسان مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے مٹی سے انسان کو بنایا۔ یہ تو عزت کا مقام ہے۔ اہل بدعت مولویوں نے لوگوں کے ذہن خراب کر دیے ہیں کہ نبی کو بشر تسلیم کرنے سے ان کی نعوذ باللہ توہین ہوتی ہے۔ لہٰذا انبیاء کو نور تسلیم کرو، پھر یہیں تک ختم نہیں کیا، بلکہ نور من نور اللہ کا عقیدہ بنایا۔ نبی کو اللہ کا جزو بنا کر عیسائیوں کے عقیدے کی تصدیق کر دی۔ اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا۔ اِنہوں نے نور من نور اللہ کہہ دیا۔ جعلوا لہ من عبادہ جزء ا. اللہ کے بندوں میں سے ہی اس کا جزو بنا دیا۔ کتنی لغو بے ہودہ بات ہے۔ یہ تو معاذ اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی توہین اور اس کی بغاوت ہے اور اپنی فکر کو فاسد کرنا ہے۔ خود اللہ کے نیک بندوں کی توہین ہے۔ [معالم العرفان: ۱۲۴/۳، ۱۲۵]

حضرت مفسر قرآن رحمہ اللہ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ:

کلام کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: ما کان لبشر. کسی بشر یا انسان کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلائے۔ بشر سے مراد انسان، آدمی یا آدم کی اولاد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر یعنی تمام انسانوں کے باپ ہیں، اِس لحاظ سے تمام انبیاء کرام بھی انسان ہیں، مشرکین کا یہ بالکل غلط عقیدہ ہے کہ نبی بشر نہیں ہوتا۔ حالانکہ حدیث شریف میں صریح الفاظ آئے ہیں، کسی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور علیہ السلام کے اخلاق کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: کان رسول اللہ بشرا من البشر . یعنی حضور علیہ السلام انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ [معالم العرفان: ۲۶۰/۳، ۲۶۱]

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا: من

انــفسهــم. انہی میں سے یعنی انسانوں میں سے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضور علیہ السلام کو ملائکہ یا جنات میں سے نہیں بنایا بلکہ اہل ایمان کی جنس انسانی میں سے اٹھایا ہے۔ صحیح احادیث میں آتا ہے کہ عرب و عجم میں سے اللہ نے آپ کو عربوں میں پیدا فرمایا۔ اور پھر عربوں کے قبائل میں سے بہتر قبیلے میں پیدا کیا۔ یعنی اللہ نے آپ کو عرب کے سب اشرف قبیلے میں اٹھایا، گویا اِس لحاظ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اور تمام انبیاء انسان اور بشر ہیں بلکہ سید البشر ہیں، یعنی آپ تمام انسانوں کے سردار ہیں اور اِسی نسل انسانی میں سے ہیں کسی دوسری جنس سے نہیں ہیں۔ [تفسیر معالم العرفان: ۳/۵۰۷]

۴)......عصمت انبیاء علیہم السلام:

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انسانوں میں معصوم صرف حضرات انبیائے کرام ہی ہوتے ہیں۔ نہ تو ان سے صغائر سرزد ہوتے ہیں نہ کبائر۔ خطائے اجتہادی اور زلّت (پھسلن) کا معاملہ جدا ہے، وہ گناہ کی مد میں شامل نہیں۔ اور یہ امر قرآن کریم، احادیث صحیحہ متواترہ واضحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

[ارشاد الشیعہ: ۸۴]

حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ ایک مقام پر رقم طراز ہیں کہ:

شیعہ کا یہ خیال ہے کہ پانچ حضرات (حضرت محمد ﷺ، حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ) پاک ہیں۔ اور ہم اہل السنۃ والجماعۃ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر پاک سے معصوم مراد ہے تو اِس معنی میں صرف حضرت محمد ﷺ ہی (اِن میں سے) پاک اور معصوم ہیں۔ کیونکہ معصوم صرف انبیائے کرام ہی ہوتے ہیں۔ اِنسانوں میں اور کوئی معصوم نہیں ہوتا۔ اور اگر پاک سے مراد متقی، پرہیزگار اور خدارسیدہ ہے تو اس معنی میں صحابہ کرام بھی پاک ہیں جن کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کا پروانہ قرآن کریم میں من جانب اللہ مرحمت ہو چکا ہے۔ [باب جنت: ۲۶۴]

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

اللہ تعالی نے جن برگزیدہ شخصیتوں کو لوگوں کی رشد و ہدایت اور اصلاح و تزکیہ کے لیے انتخاب فرمایا ہے اُن کو ان تمام صفات حمیدہ سے متصف فرمایا ہے جو ان کے بلند اور رفیع مقام اور شان کے لائق ہیں اور ان سب رذائل اور آلائشوں سے محفوظ رکھا ہے جو ان کی جلالت شان کے منافی اور نامناسب ہیں۔ کفر و شرک، چوری و بدکاری، شراب نوشی اور زنا، جھوٹ اور مکر، فریب کاری اور دھوکہ وغیرہ، غرضیکہ تمام صغائر و کبائر سے اللہ تعالی نے ان کو محفوظ و مصون رکھا ہے اور ہر طرح سے ان کی حفاظت فرما کر ان کو عصمت و عفت کا اونچا مقام مرحمت فرمایا ہے۔ تمام اہل اسلام انبیائے کرام کی عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور اس پر کامل

یقین کرتے ہیں۔ ہاں! اجتہادی لغزش اور غلطی انبیائے کرام سے بھی سرزد ہو سکتی ہے، لیکن نہ تو وہ صغیرہ کی مد میں ہوتی ہے اور نہ کبیرہ کی مد میں۔ وہ چیز ہی الگ ہے۔ اور ایسے ہی نسیان وخطا اور اجتہادی لغزشوں کے مقامات پر ان کے بلند اور ارفع مقام کے پیش نظر بفحوائے حسنات الأبرار سيات المقربين. اللہ تعالیٰ نے تشدیداً اس کو عصیان وغوایت، ظلم اور ذنب کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ حالانکہ درحقیقت نہ تو وہ صغائر ہیں اور نہ کبائر۔ کیونکہ گناہ کے لیے قصد اور ارادہ ضروری ہوتا ہے مگر یہ افعال ان سے غیر ارادی اور غیر شعوری اور نسیان وغیرہ کے طریقہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور جو قصد وارادہ سے سرزد ہوئے ہیں وہ محض اجتہادی لغزش کا نتیجہ ہیں اور گناہ نہیں، اور ان کی وجہ سے ان کی عصمت پر ہرگز کوئی اثر نہیں پڑتا۔ [عیسائیت کا پس منظر:۶۱]

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قل اطيعوا الله والرسول. آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی تابعداری کرو، کیونکہ وہ خالق، مالک اور معبود برحق ہے، اُس کی اطاعت فرض مطلق ہے۔ اور اس کے ساتھ رسول کی تابعداری کرو کہ وہ خدا کی اطاعت تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، جب تک رسول کی اطاعت نہیں ہوگی خدا کی اطاعت ممکن نہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اِسی آیت سے عصمت انبیاء کی دلیل پکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت مطلقہ کا حکم دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ رسول غلطی نہیں کرتا۔ اگر غلطی کا امکان ہوتا تو اللہ تعالیٰ اطاعتِ مطلقہ کا حکم نہ دیتا۔ خود حضور علیہ السلام کا واقعہ آتا ہے آپ نے کسی موقع پر مزاح فرمایا، صحابہ نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہو کر مزاح فرماتے ہیں؟ فرمایا: ہاں، مگر ایسی حالت میں بھی میری زبان سے کوئی باطل بات نہیں نکلتی بلکہ لا اقولـه الا الحق میں حق کے سوا کوئی بات نہیں کرتا۔ آنحضرت ﷺ کی مزاح کے انداز میں فرمائی ہوئی ایک بات سے فقہاء نے ایک سو مسئلہ نکالا ہے۔ اللہ نے نبی کی زبان پر ایسا حق جاری فرمایا۔ غرضیکہ نبی معصوم ہوتا ہے۔ یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ نبی سے اپنی حفاظت اٹھا لیتا ہے اور بعض غلطیاں بھی سرزد ہونے دیتا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ آپ بشر اور مخلوق ہیں، یہ عقیدہ درست نہیں ہے، نبی سے عصمت کی حفاظت کسی وقت نہیں اٹھائی جاتی، ورنہ رسول پر اعتماد ہی ختم ہو جائے گا۔ نبی کو تو گارنٹی حاصل ہوتی ہے کہ اس کی زبان پر ہمیشہ حق ہوتا ہے غلطی سرزد نہیں ہوتی، بعض معمولی لغزشیں ہوتی ہیں جو کہ عام لوگوں کے لیے تو وہ گناہ نہیں ہوتا مگر انبیاء کے لیے وہ بھی قابل مواخذہ ہوتی ہیں۔ تاہم وہ گناہ کی فہرست میں نہیں آتا، نبی گناہ سے ہمیشہ پاک ہوتا ہے۔ اِسی لیے اللہ کے ساتھ نبی کی اطاعتِ مطلقہ کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ [تفسیر معالم العرفان:۳/۱۱۵،۱۱۶]

(جاری ہے۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

ابو مطیع قسط:۶

رجم کی مشروعیت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا اثبات

اِصلاحی صاحب کی پیش کردہ روایات پر ایک نظر

اصلاحی صاحب نے تقوی و طہارت کے پیکر حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو غنڈا اور منافق ثابت کرنے کے لیے کچھ روایات بھی پیش کی ہیں، اُن کا جائزہ بھی ضروری ہے تا کہ روایات کے نام سے کسی کو دھوکہ نہ ہو۔

پہلی روایت: پہلے نمبر پر ابوداوٗد شریف سے حضرت جابرؓ کی روایت پیش کی ہے جس میں ہے کہ: وہ کہتے رہے مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس لے چلو مگر لوگوں نے انہیں ختم کر دیا، جب آنحضرت ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا: **فَهَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ ، فَهَلَّا جِئْتُمُوْنِیْ بِه**: تم نے اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا تم اسے میرے پاس کیوں نہ لائے؟[ایضا:۲۷۰]

اَقُوْلُ: کیا کوئی بدخصلت غنڈہ ایسے کہتا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو؟ اور کیا کسی بدخصلت غنڈے کے بارے میں کہا جاتا ہے: **فَهَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ** ۔ ابن خطل (شاتم رسول ہونے کے باعث) بدکردار غنڈا تھا، اُس نے فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کے پردوں کو پکڑ کر پناہ چاہی، مگر آپ نے اُس کے قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔[بخاری:۲/۶۱۴] اسے زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کیا گیا۔(ایضا حاشیہ) کعب بن اشرف (بھی سب و شتم کے باعث) بدخصلت یہودی تھا، اُس کے بارے میں آپ نے صحابہؓ کو تیار کیا، انہوں نے بڑی تدبیر سے اُس کا کام ختم کیا۔[بخاری:۲/۵۷۶] جبکہ حضرت ماعزؓ خود آ کر درخواست کرتے ہیں کہ: مجھے پاک کر دیجئے! اصلاحی صاحب کے ہاں دونوں میں فرق ہی نہیں۔ رہا آپ کا فرمان: **فَهَلَّا تَرَكْتُمُوْهُ** تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا رجم اُن کے اقرار سے تھا، ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اقرار سے رجوع کرنا چاہتے ہوں اور جب اقرار سے رجم کا حکم لگے تو رجوع سے رجم ساقط ہو جاتا ہے۔(دیکھئے سنن ابی داوٗد:۲/۲۶۰ میں اس روایت کا حاشیہ)

دوسری روایت دوسرے نمبر پر مسلم شریف کی جو روایت پیش کی، اس میں ہے کہ حضرت ماعزؓ کے رجم کئے جانے کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ دیا، جس میں فرمایا کہ: جب کبھی ہم جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے نکلتے

تھے تو ایک ایسا شخص ہمارے پیچھے رہ جاتا تھا جو شہوت کے جوش میں بکرے کی طرح ممیاتا تھا، سنو! مجھ پر لازم ہے کہ اِس طرح کی حرکتیں کرنے والا کوئی شخص میرے پاس لایا جائے تو میں اُسے عبرت ناک سزا دوں۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نہ اُس کے لیے مغفرت کی دعا کی اور نہ اُسے برا بھلا کہا۔

[ایضاً:۱۷۱]

اَقُوْلُ: یہ روایت مسلم شریف[۲/۶۷] میں ہے۔ تدبر قرآن میں خط کشیدہ ترجمہ غلط ہے، عربی عبارت میں ماضی بعید کا کوئی لفظ نہیں، بلکہ اسم شرط کی وجہ سے حال کا ترجمہ ہوگا یعنی جب بھی ہم جہاد کے لیے جاتے ہیں تو ہمارے پیچھے کوئی ایسا شخص رہ جاتا ہے، تب ہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر میرے پاس ایسا شخص لایا جائے تو میں اُس کو عبرت ناک سزا دوں گا۔ حضرت ماعزؓ جو رجم کر دیئے گئے، اُن کے بارے میں ایسے جملے کا کیا مطلب؟ روایت میں عربی کے الفاظ یوں ہیں: **أو كلما انطلقنا غزاة في سبيل الله تخلف رجل في عيالنا له نبيب كنبيب التيس عليٰ أني لا أوتى برجل فعل ذلك إلا نكلت به۔** ٹھیک ہے اِس میں فسادی لوگوں کو دھمکی ہے۔ مگر اِس میں حضرت ماعزؓ کا نام کہاں سے آ گیا؟ یہ تو آپ ﷺ نے نہ فرمایا تھا کہ جیسے ماعز کو سزا ملی ویسی اس کو دیں گے۔

[۲]......بخاری شریف میں ہے کہ: آپ ﷺ نے اُن کا جنازہ پڑھایا اور جنازہ دعائے مغفرت کے بغیر تو نہیں ہوتا۔ اور بخاری کی روایت کا راجح ہونا پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔

[۳]......اگر اِس موقع پر آپ نے اُن کے لیے مغفرت نہ کی ہو تو کیا ہوا، بعد میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ان کے لیے دعائے مغفرت کا حکم دیا۔ اور یہ تو اصلاحی صاحب بھی مانتے ہیں کہ نبی ﷺ نے اُسے برا نہیں کہا۔ مگر اصلاحی صاحب حضرت ماعزؓ کو انتہائی بدمعاش غنڈہ کہہ کر آنحضرت ﷺ کے حکم کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔

تیسری روایت: تیسرے نمبر پر ابوداؤد شریف کی وہ روایت پیش کی جس میں ہے کہ انہوں نے کئی مرتبہ گواہی دی۔ آخر میں ہے کہ ان کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔ [ایضاً:۱۷۱]

اَقُوْلُ: [۱]......یہ روایت ابوداؤد شریف[۲/۲۶۰] میں ہے۔ جہاں تک ان کی نماز جنازہ کا ذکر ہے، اس کی وضاحت ہم بار بار کر چکے ہیں۔ مگر اِس روایت میں غنڈے اور منافق ہونے کا ذکر کہاں ہے؟ جو اصل اصلاحی دعوی ہے۔

[۲]......جب انسان تائب ہو کر آ جائے تو بات ہی ختم ہوگئی۔ کیا حضرت ماعزؓ حضرت وحشیؓ سے بھی بڑے مجرم تھے جنہوں نے جنگ احد میں سید الشھداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا؟ [بخاری:۲/

۵۸۳] کیا حضرت ماعزؓ حضرت ابوسفیانؓ سے بھی بڑے مجرم تھے جنہوں نے جنگ احد اور جنگ خندق میں کفار کے لشکر کی قیادت کی تھی؟[ابن ہشام:۲/۳،۷۷، ۹۹، ۲۴۳] کیا حضرت ماعزؓ حضرت خالد بن ولیدؓ سے بھی بڑے مجرم تھے جنہوں نے جنگ احد میں پلٹ کر حملہ کر کے مسلمانوں کو سخت پریشانی میں ڈالا تھا۔اگر ان تینوں کی توبہ فقط اِسلام لانے سے قبول ہوئی تو حضرت ماعزؓ جب تائب ہو کر آئے تو اُن کی توبہ قبول کیوں نہ ہوئی؟ اصلاحی صاحب اُنھی کو منافق قرار دینے پر کیوں مصر ہیں؟

چوتھی روایت چوتھے نمبر پر مسلم شریف سے وہ روایت پیش کی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے ماعز کے بارے میں حکم دیا اور اسے رجم کیا گیا تو لوگ اس کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے، ان میں سے ایک کی رائے تھی[**لقد هلک لقد أحاطت به خطيئته**] کہ اس کی شامت نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔[ایضاً:۳۷۱]

اَقُوْلُ: اللہ والوں کے بغض میں بصیرت تو گئی ہی تھی بصارت بھی جاتی رہی۔یہ روایت مسلم شریف [۲/ ۶۷، ۶۸] میں ہے۔اصلاحی صاحب نے نہ شروع کے الفاظ نقل کیے نہ بعد کے۔اِس کی نقل کردہ عبارت کے بعد روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:**وقائل يقول ما توبة أفضل من توبة ماعز أنه جاء إلى النبي ﷺ فوضع يده في يده ثم قال اقتلني بالحجارة قال فلبثوا بذلک يومين أو ثلاثة ثم جاء رسول الله ﷺ وهم جلوس فسلم ثم جلس فقال (استغفروا لماعز بن مالک) قال فقالوا غفر الله لماعز بن مالک، قال: فقال رسول الله ﷺ: لقد تاب توبة لو قسمت بين أمة لوسعتهم.**[مسلم:۲/۶۸]اِس میں واضح طور پر حضرت ماعزؓ کے فضائل نظر آتے ہیں اور یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے لیے استغفار کا حکم دیا۔مگر اصلاحی صاحب یہی کہتے ہیں کہ ان کے لیے استغفار نہ کیا۔

پانچویں روایت اس کے بعد سنن ابی داؤد[۲/۲۶۱] سے روایت کا یہ حصہ تو نقل کیا:**فَأَمَرَ بِهِ فَرُجِمَ فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰه ﷺ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِهِ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ انْظُرْ إِلَى هَذَا الَّذِى سَتَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمْ تَدَعْهُ نَفْسُهُ حَتَّى رُجِمَ رَجْمَ الْكَلْبِ.** لیکن نہ تو اس سے پہلا حصہ نقل کیا اور نہ بعد والا۔اس سے پہلے ہے:**قَالَ وَمَا تُرِيدُ بِهَذَا الْقَوْلِ؟ قَالَ أُرِيدُ أَنْ تُطَهِّرَنِى** اور اس کے بعد ہے: **فَسَكَتَ عَنْهُمَا ثُمَّ سَارَ سَاعَةً حَتَّى مَرَّ بِجِيفَةِ حِمَارٍ شَائِلٍ بِرِجْلِهِ فَقَالَ أَيْنَ فُلاَنٌ وَفُلاَنٌ؟فَقَالاَ نَحْنُ ذَانِ يَا رَسُولَ اللّٰه.قَالَ انْزِلاَ فَكُلاَ مِنْ جِيفَةِ هَذَا الْحِمَارِ.فَقَالاَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ مَنْ يَأْكُلُ مِنْ هَذَا قَالَ فَمَا نِلْتُمَا مِنْ عِرْضِ أَخِيكُمَا آنِفًا أَشَدُّ مِنْ أَكْلٍ مِنْهُ وَالَّذِى**

نَفْسِی بِيَدِهِ إِنَّهُ الآنَ لَفِی أَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَنغَمِسُ فِيهَا. [ابوداؤد:۲/۲۶۰،۲۶۱] پہلے حصہ سے معلوم ہوا کہ انہوں نے خود کو پاک ہونے کیلئے پیش کیا اور نبی علیہ السلام نے اسی مقصد کیلئے ان کو سزا دی کہ وہ اللہ کے حضور پاک صاف پیش ہوں۔ بعد والے حصے سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ آپ نے ان پر تنقید کرنے والوں پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ان کے جنت میں جانے کی بشارت دی۔ مگر اصلاحی صاحب کی بدبختی کہ ان کو صرف درمیان کا حصہ ہی نظر آیا۔

اصلاحی صاحب کا حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا پر بہتان

حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اصلاحی صاحب کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک اسلمی کے بعد دوسرا بڑا واقعہ غامدیہ کا ہے...... اگرچہ غامدیہ کے کردار کے بارے میں روایات محفوظ نہیں ہو سکیں لیکن ہمارے نزدیک اس کا معاملہ بھی ماعز کی طرح کا تھا جس کی بنا پر نبی علیہ السلام نے اسے رجم کرایا۔[ایضاً:۳۷۲]

اَقُوْلُ: [۱]...... جناب اصلاحی یہ بات کیسے کہتے ہیں کہ روایات محفوظ نہیں، وہ ماننا ہی نہ چاہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ جب یہ بات ثابت ہے کہ ان کے خلاف گواہوں نے گواہی نہ دی، ان کو اس جرم میں پکڑا نہیں گیا بلکہ خود آ کر انہوں نے سزا لی اور اس قدر استقامت کہ بار بار آ کر یاددہانی کرائی تا کہ آخرت کے عذاب سے بچ جاؤں۔ اصلاحی صاحب کے نزدیک اب بھی اُن کا معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اُن کے نزدیک حضرت ماعزؓ کا معاملہ تھا۔ جو ان کے الفاظ میں غنڈے اور بدمعاش تھے، شریفوں کی عزت و ناموس کے لیے خطرہ بنے ہوئے تھے، زنا اور اغوا کو پیشہ بنایا ہوا تھا، دن دھاڑے لوگوں کی عزت و آبرو پر ڈاکہ ڈالتے اور کھلم کھلا زنا بالجبر کے مرتکب ہوتے تھے۔ [دیکھئے: تدبر قرآن:۳۶۹/۵] اصلاحی صاحب نے جو کہنا ہے کہہ لیا مگر وہ اپنے درجوں کو پا چکیں۔ حضرت بریدہؓ کی روایت میں ہے: وَأَمَرَ النَّاسَ فَرَجَمُوهَا فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ بِحَجَرٍ فَرَمَى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلَى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَبَّهُ إِيَّاهَا فَقَالَ مَهْلاً يَا خَالِدُ ! فَوَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهِ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهُ .ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلَّى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ.[مسلم:۶۸/۲] اس سے اگلی روایت میں ہے: ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَرُجِمَتْ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ تُصَلِّی عَلَيْهَا يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَقَدْ زَنَتْ فَقَالَ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ سَبْعِينَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَوَسِعَتْهُمْ وَهَلْ وَجَدْتَ تَوْبَةً أَفْضَلَ مِنْ أَنْ جَادَتْ بِنَفْسِهَا لِلّٰهِ تَعَالَى ؟ [مسلم:۶۹/۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے صریح ارشادات کے ہوتے ہوئے اصلاحی رائے کی طرف کوئی ایسا شخص ہی التفات کرے گا جس کو قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں رہنے کی تمنا نہ ہو۔ معاذ اللہ تعالیٰ۔

قَالَ: زمانہ جاہلیت میں بہت سی ڈیرے والیاں ہوتی تھیں جو پیشہ کراتی تھیں......اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد ان لوگوں کا بازار سرد پڑ گیا......معلوم ہوتا ہے کہ اس قماش کے کچھ مرد اور بعض عورتیں زیر زمین یہ پیشہ کرتے رہے اور تنبیہ کے باوجود باز نہیں آئے۔ بالآخر جب وہ قانون کی گرفت میں آئے تو سورۂ مائدہ کی اسی آیت محاربہ کے تحت جس کا حوالہ اوپر گزرا آپ نے ان کو رجم کرایا۔[ایضاً:۳۷۲]

اَقُوْلُ: مطلب اِس عبارت کا یہ ہے کہ جن صحابہؓ یا صحابیاتؓ کے رجم کا احادیث میں ذکر آتا ہے وہ سب اِسی قسم سے تعلق رکھتے تھے۔مگر اس بارے میں اِصلاحی صاحب کے پاس کوئی تاریخ یا حدیث کا حوالہ نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ ان کا مقصد احادیثِ متواترہ سے ثابت شدہ امت کے نظریۂ رجم کو رد کر کے خوارج کی تائید ہے۔!!

اصلاحی صاحب کی طرف سے زنا بالرضا کا دفاع

اصلاحی صاحب لکھتے ہیں: زنا بالجبر بھی فساد فی الارض کے قبیل سے ہے، اس لیے اس کے مرتکب کو سو کوڑوں کے بجائے رجم کی سزا دلوائی الخ۔[ایضاً:۳۷۳]

اَقُوْلُ: [۱]......مطلب واضح ہے کہ جنابِ اصلاحی کے نزدیک زنا بالرضا ایسا جرم نہیں، وہ زمین میں فساد نہیں اگرچہ انسان اس کا عادی ہے، وقتاً فوقتاً کرتا رہتا ہے۔ جیسے مرزے کے ایک مرید نے کہا کہ قادیانی ولی تھا اور کبھی کبھی زنا کرنا ولایت کے منافی نہیں۔ ایسا ہی کوئی اصلاحی صاحب کا معیار ہوگا۔

[۲]......رضامندی سے زنا کرنے والے اصلاحی صاحب کے نزدیک شریفوں کی عزت وناموس کے لیے کوئی خطرہ نہیں بنتے اور نہ ایسے لوگ فساد فی الارض کے مرتکب ہیں۔

اصلاحی صاحب ہی کہتے ہیں: اِس ساری بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رجم کی سزا کے جو واقعات احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ عام قسم کے زانیوں کے نہیں ہیں بلکہ ان بدقماشوں کے واقعات ہیں جو اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت وناموس کے لئے خطرہ بن جاتے تھے الخ[ص:۳۷۳]

اَقُوْلُ: [۱]...... یہاں بھی اصلاحی صاحب نے صحابہ کرامؓ کے بارے میں زبان درازی کی ہے اور بلا دلیل ہی نہیں خلافِ حقیقت باتیں کہی ہیں۔

[۲]......زنا کی کچھ قباحتیں ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں ایک اور قباحت یہاں ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں کہ زنا بالرضا یا کبھی کبھی زنا کرنے والا فساد فی الارض کا مرتکب ہے یا نہیں۔ جن عورتوں نے اس برائی کو پیشہ بنایا ان کو ناجائز بچے سے کیا شرمندگی؟ لیکن جو غیر شادی شدہ اس برائی کو در پردہ کرتی

ہیں یا وہ شادی شدہ جس کا شوہر بیرون ملک گیا ہوا ہے اور وہ اس کے بعد کسی کے ساتھ برائی میں مبتلا ہے اگر ان کو حمل ہو جائے تو سنا ہے کہ وہ عیسائیوں کے ہسپتال جاتی ہیں اور بچہ جنوا کر ان کے حوالے کر کے آجاتی ہیں۔ بچے کا شرعی طور پر باپ تو پہلے ہی کوئی نہ تھا، جو ماں تھی وہ بھی چھوڑ گئی۔ اور وہ اِس پر خوش ہوگی، عیسائیوں کا شکر یہ ادا کرے گی کہ تم نے میری برائی پر پردہ ڈالا اور مجھے رسوائی سے بچالیا۔ یقینی بات ہے کہ عیسائیوں کے پاس تو وہ بچہ یا بچی عیسائی ہی بنے گی۔ اولاد کے ایمان کو فروخت کرنے والے اصلاحی صاحب کے ہاں شریفوں کی عزت و ناموس کے لیے خطرہ ہی نہیں۔ اس لیے ان کو سخت سزا نہیں ملنی چاہیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

واقعہ کے بیان میں خیانت

اصلاحی صاحب نے ص: ۳۷۳ میں ایک واقعہ نقل کیا کہ ایک عورت نماز کے لیے گھر سے نکلی، کسی شخص نے غلبہ پا کر اس سے نفس کی پیاس بجھائی، وہ چیخی تو وہ آدمی بھاگ گیا، اُس عورت کے کہنے سے صحابہ کرامؓ نے ایک شخص کو پکڑ لیا، جس کے بارے میں عورت کا خیال تھا کہ اُس نے زیادتی کی ہے۔ آپ ﷺ نے اُس کو سزا دینے کا حکم دے دیا، یہ دیکھ کر اصل مجرم کھڑا ہوا، اُس نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ میں تھا جس نے اِس عورت سے زیادتی کی۔ اِس پر آپ نے اُس عورت سے کہا: جا! اللہ نے تجھے معاف کر دیا اور اُس شخص سے کلمات خیر فرمائے (جو شبہ میں پکڑا گیا تھا۔) پھر اُس شخص کے بارے میں جس نے اس عورت سے بدکاری کی تھی فرمایا: اِسے رجم کر دو۔ اصلاحی صاحب کہتے ہیں: یہ مجرم کسی رعایت کا حقدار نہ تھا، اس لیے آپ نے اِس کے شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ہونے کے بارے میں کسی تحقیق کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔

اَقُوْلُ: [۱]...... جناب نے جو رجم کی شرطیں بتائی ہیں وہ تو نہ پائی گئیں۔ وہ شخص اِس جرم کا عادی نہ تھا بلکہ غلبہ شہوت سے یہ غلطی ہوگئی۔ اِس لیے آپ کا نظریہ تو پھر ثابت نہ ہو سکا۔

[۲]...... کیا بعید ہے کہ آپ ﷺ نے تحقیق فرمائی ہو، مگر راوی نے اختصاراً اُسے ذکر نہ کیا۔ یا اُس شخص کا حال پہلے سے معلوم تھا، اِس لیے تحقیق کی ضرورت نہ سمجھی۔

[۳]...... یہ واقعہ ابوداؤد شریف [۲/۲۵۳، ۲۵۴] میں ہے۔ اِسے نقل کرنے میں بھی اصلاحی صاحب نے حسب عادت خیانت مجرمانہ کا ارتکاب کیا اور اس حدیث کا آخری حصہ جس میں اس صحابی کی عظیم شان معلوم ہوتی ہے حذف کر دیا۔ حدیث کے آخر میں ہے آپؐ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا:

لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا أَهْلُ الْمَدِيْنَةِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ. [ابوداؤد:۲/۲۵۴] واقعی بات تو ایسی ہی ہے، ٹھیک ہے اُس سے غلطی ہوگئی، مگر اس کے بعد اُن کو کس قدر ندامت ہوئی، اُن کے دِل میں کس قدر خدا کا خوف پیدا ہوا کہ نہ صرف یہ کہ ایک بے گناہ کو بچایا بلکہ خود کو رجم کے لیے پیش کر دیا۔ اور اصلاحی صاحب جیسوں کے تقوی کا یہ حال ہے کہ اپنی غلط رائے سے رجوع کرنا تو کیا، جان بوجھ کر روایات کے نقل میں خیانت در خیانت کرتے جاتے رہے ہیں۔

اشکال: پہلا شخص جسے عورت کے کہنے سے پکڑا گیا، نہ تو اُس نے اقرار کیا تھا، نہ اُس کے خلاف چار گواہ تھے۔ اور عورت کی بات تو صرف دعوی ہے بینہ نہیں، تو اسے سزا کیسی؟

جواب: مطلب یہ ہے کہ جب آپ ﷺ اسے سزا دینے لگے یا جب اصل مجرم سمجھا کہ آپ اس نامزد شخص کو سزا دینے لگے ہیں تو وہ کھڑا ہو گیا اور خود اپنے جرم کا اقرار کیا۔

[دیکھئے بذل المجهود:۵/۱۲۹ نیز حاشیہ ابوداؤد:۲/۲۵۴]

اصلاحی صاحب کی نادر تحقیق کا نمونہ

نبی ﷺ نے حضرت ماعزؓ کو سزا دینے سے پہلے پوچھا: أَأُحْصِنْتَ: کیا تو شادی شدہ ہے؟ انہوں نے کہا: نَعَمْ تب آنحضرت ﷺ نے ان کے رجم کا حکم ارشاد فرمایا:[ابوداود طبع مکتبہ رحمانیہ:۲/۲۶۱] اس کے بارے میں اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

رہی یہ بات کہ نبی ﷺ نے ان مجرموں کے شادی شدہ ہونے کی تحقیق بھی فرمائی، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر قوانین کی طرح اسلامی شریعت کا بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ حدود و تعزیرات کے نفاذ میں مجرم کے احوال کی رعایت کی جانی چاہئے، اِس رعایت میں عمر، شادی، دماغی حالت، ماحول، غرض ہر وہ چیز جو جرم کی محرک یا اُس کے ارتکاب میں رکاوٹ بن سکتی ہے، عدالت کے پیش نظر رہے گی۔[ایضاً:۴/۳۷]

اَقُوْلُ: [۱]......اصلاحی صاحب یہ بھی بتا دیتے کہ ایسی تحقیق چور کے ہاتھ کاٹنے کے وقت کیوں نہ کی گئی؟ قولی حدیث میں الثیب الزانی کیوں آیا؟

[۲]......زانی کے بارے میں صرف اس چیز کی تحقیق ہی کیوں کی گئی؟ اس کے مالدار یا غریب ہونے، عالم یا جاہل ہونے، عادی مجرم یا غیر عادی ہونے کے بارے میں کیوں نہ پوچھا گیا؟ یہ کیوں نہ پوچھا گیا کہ یہ شریف ہے یا غنڈہ بدمعاش ہے؟ بلکہ غنڈے یا بدمعاشوں کے بارے میں تو تحقیق کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کیونکہ ان کو تو حکومت خود اِس جرم میں پکڑتی ہے۔ بہر حال ان کے بارے میں تحقیق کرنا بھی یہ بتاتا ہے کہ وہ اس قسم کے لوگ نہ تھے جس قسم نے اصلاحی صاحب نے بتائے۔

فقہاءِ اسلام سے بے جا ناراضگی

آپ دیکھ چکے ہیں کہ نصوص قطعیہ کی رو سے امت مسلمہ کا اجماع ہے زانی محصن کو رجم کرنے پر، مگر اصلاحی صاحب خاص فقہاء کو نشانہ بنا کر کہتے ہیں: ہمارے فقہاء کی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے مجرم کی حالتوں میں سے ایک حالت کو مناطِ حکم قرار دے دیا دراں حالیکہ اس کا تعلق مناطِ حکم سے نہیں ہے۔[ایضاً:۳۷۴]

اَقُوْلُ: [۱]......کونسے فقہاء؟ امت مسلمہ کے قانون دان ہی تو فقہاء کہلاتے ہیں۔ اصلاحی صاحب ان فقہاء کی تحقیقات کا مذاق اڑا کر سادہ لوح عوام کو فقہاء سے بدظن کر کے اپنا معتقد بنانا چاہتے ہیں۔

[۲]......فقہاء کو بدنام کرنے سے اصل مقصد بھی نئی نسل کو امت سے کاٹنا ہے۔[ورنہ اس مسئلہ میں محدثین ومفسرین کا بھی اختلاف نہیں] اور کوئی امت سے کٹے گا تب ہی اصلاحی صاحب کی سنے گا؟

[۳]......بظاہر تو فقہاء کو غلط کہتے ہیں مگر در پردہ اُن قولی فعلی تقریری احادیث کو غلط کہہ رہے ہیں جن سے فقہاء نے محصن ہونے کو مناطِ حکم سمجھا ہے۔

اصلاحی صاحب......خود اپنے کلام کی زد میں

گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا کہ اصلاحی صاحب کے ہاں رجم زنا کی سزا نہیں بلکہ قطعِ طریق کی سزا کی ایک قسم ہے اور جن لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ سزا دی گئی وہ اِسی قسم کے لوگ تھے۔ یہاں ہم اُن کے اپنے کلام سے اِس کا بطلان ثابت کرنا چاہتے ہیں، مگر بات لمبی ہو چکی ہے، اِس لیے ایک مرتبہ اُن کے دعوے کو پھر دیکھ لیں، پہلے لکھا ہے: رجم یعنی سنگسار کرنا بھی <u>ہمارے نزدیک</u> ''تقتیل'' کے تحت داخل ہے۔ اس وجہ سے وہ غنڈے اور بدمعاش جو شریفوں کے عزت وناموس کے لیے خطرہ بن جائیں، جو زنا اور اغوا کو پیشہ بنا لیں، جو دن دھاڑے لوگوں کی عزت وآبرو پر ڈاکہ ڈالیں اور کھلم کھلا زنا بالجبر کے مرتکب ہوں، اُن کے لیے رجم کی سزا اس لفظ کے مفہوم میں داخل ہے۔ تدبر قرآن[۳۶۹/۵] نیز تدبر قرآن[۲/ ۵۰۶] میں طویل کلام کے بعد لکھتے ہیں: اِس ساری بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رجم کی سزا کے جو واقعات احادیث کی کتابوں میں مذکور ہیں وہ عام قسم کے زانیوں کے نہیں ہیں بلکہ <u>ان بدقماشوں کے واقعات ہیں جو اپنی آوارہ منشی، بدمعاشی اور جنسی بے راہ روی کی بنا پر شریفوں کی عزت وناموس کے لیے خطرہ بن جاتے تھے۔</u> الخ[تدبر قرآن:۳۷۳/۵]

اَقُوْلُ: بدمعاشوں اور ڈاکوؤں کی جو سزا بھی ہو وہ اس وقت ہے جو وہ اس حالت میں پکڑے جائیں کہ اپنی بغاوت پر اڑے ہوئے ہوں، جو لوگ حکومت کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی اپنی اصلاح کر لیں ان کو ایسی کوئی سزا نہ ملے گی۔ چنانچہ اصلاحی صاحب سورۂ مائدہ کی آیت ۳۴: إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ

تَقۡدِرُوۡا عَلَيۡهِمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ کے تحت لکھتے ہیں:

یہ خاص اختیارات صرف ان باغیوں کے خلاف استعمال ہوں گے جو حکومت کے حالات پر قابو پانے سے پہلے تک اپنی بغاوت پر اڑے ہوئے ہوں اور حکومت نے اپنی طاقت سے ان کو مغلوب و مقہور کیا ہو۔ جو لوگ حکومت کے ایکشن سے پہلے ہی توبہ کر کے اپنے رویے کی اصلاح کر چکے ہوں ان کے خلاف ان کے سابق رویہ کی بنا پر اس قسم کا کوئی اقدام جائز نہیں ہوگا بلکہ ان کے ساتھ عام قانون کے تحت معاملہ ہوگا۔ اگر انکے ہاتھوں عام شہریوں کے حقوق تلف ہوئے ہوں تو حتی الامکان اس کی تلافی کر دی جائے گی۔

آیت میں فَاعۡلَمُوۡۤا کے لفظ کے زور کو اگر ذہن میں رکھئے تو یہ بات صاف نکلتی ہے کہ قابو میں آنے سے پہلے ہی توبہ و اصلاح کر لینے والوں کے معاملے میں حکومت کے لئے کوئی انتقامی کاروائی جائز نہیں ہے۔ خدا غفور اور رحیم ہے۔ جب وہ پکڑ سے پہلے توبہ و اصلاح کر لینے والوں کو معاف کر دیتا ہے تو اس کے بندوں کا رویہ اس سے الگ کیوں ہو؟ [تدبر قرآن:۵۰۸/۲]

اور حضرت ماعز اور حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہما سے جو بھی غلطی ہوئی نہ صرف یہ کہ انہوں نے خود ہی اپنی اصلاح کر لی تھی بلکہ مثالی توبہ کر کے تطہیر کے لیے خود بارگاہ رسالت میں پیش ہو گئے۔ ہاں قبیلہ عرینہ کے لوگوں کو پکڑا گیا اور قطع طریق کی سزا کے حقدار ہوئے۔ حضرت ماعز اور حضرت غامدیہ رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ ملا دینا ایسا ظلم ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

اشکال: آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے کسی لڑکی سے زیادتی کی، اُسے پکڑا گیا تو آپ نے اُس کے رجم کا حکم دیا۔ تو ایک بدمعاش کو رجم کرنا تو ثابت ہو گیا۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہ رہا کہ رجم کرنا زنا کی وجہ سے تھا۔ روایت کے الفاظ یوں ہیں: عَنۡ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً مِنَ الۡيَهُوۡدِ قَتَلَ جَارِيَةً مِنَ الۡاَنۡصَارِ عَلٰى حُلِيٍّ لَهَا ثُمَّ اَلۡقَاهَا فِي الۡقَلِيۡبِ وَرَضَخَ رَاۡسَهَا بِالۡحِجَارَةِ فَاُخِذَ فَاُتِيَ بِهٖ رَسُوۡلُ اللّٰهِ ﷺ فَاَمَرَ بِهٖ اَنۡ يُّرۡجَمَ حَتّٰى يَمُوۡتَ فَرُجِمَ حَتّٰى مَاتَ. [مسلم:۵۸/۲] ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے انصار کی ایک بچی کو زیورات کی وجہ سے مار کر کے کنویں میں پھینک دیا اور اس کا سر پتھروں سے کچل دیا اس یہودی کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ نے حکم دیا کہ اسے رجم کیا جائے حتی کہ مر جائے تو اسے رجم کیا گیا حتی کہ وہ مر گیا''۔

الجواب [ا]......اس میں زنا کا ذکر ہی نہیں، اُس نے زیور چھیننے کے لیے بچی کو قتل کیا تھا، جب اس نے اپنے اس جرم کا اقرار کر لیا تو قتل کے بدلے میں اسے قتل کیا گیا۔ جبکہ حضرت غامدیہ اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہما کو محض اُن کے اعترافِ زنا کی وجہ سے رجم کیا گیا۔

[۲]...... یہاں رجم سے مراد سر کچلنا ہے۔ چاروں طرف سے پتھر مار مار کر ختم کرنا مراد نہیں کیونکہ دوسری روایات میں رجم کا ذکر نہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں اس سے پہلے ایک روایت میں ہے فَرَضَخَ رَأْسَهٗ بَيْنَ حَجَرَيْنِ اورایک روایت میں ہے فَقَتَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ حَجَرَيْنِ بخاری شریف کی بعض روایات میں ہے فَقَتَلَهٗ بَيْنَ الْحَجَرَيْنِ اور بعض میں ہے فَرَضَّ رَأْسَهٗ بِالْحِجَارَةِ [دیکھئے بخاری:۲/۱۰۱۶، ۱۰۱۷] حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وَلَا تَنَافِيَ بَيْنَ قَوْلِهٖ "رَضَّ رَأْسَهَا بَيْنَ حَجَرَيْنِ" وَبَيْنَ قَوْلِه "رَمَاهَا بِحَجَرٍ" وَبَيْنَ قَوْلِه "رَضَخَ رَأْسَهَا" لِأَنَّهٗ يُجْمَعُ بَيْنَهَا بِأَنَّهٗ رَمَاهَا بِحَجَرٍ فَأَصَابَ رَأْسَهَا فَسَقَطَتْ عَلَى حَجَرٍ آخَرَ. [فتح الباری:۱۲/۱۹۸، ۱۹۹] یاد رہے کہ یہ سب الفاظ یہودی کے فعل کے بارے میں ہیں اس کو جو سزا ملی اس کے بارے میں جو الفاظ مروی ہیں ان کی بابت فرماتے ہیں: قَالَ عِيَاض: رَضْخُهٗ بَيْنَ حَجَرَيْنِ وَرَمْيُهٗ بِالْحِجَارَةِ وَرَجْمُهٗ بِهَا بِمَعْنًى، وَالْجَامِعُ أَنَّهٗ رُمِيَ بِحَجَرٍ أَوْ أَكْثَرَ وَرَأْسُهٗ عَلَى آخَرَ [فتح الباری:۱۲/۱۹۹، ۲۰۰]

نوٹ: بعض علماء کے ہاں پتھروں سے کچل کر قصاص نہ لیا جائے گا۔ جیسے حضرت ابراہیم نخعی، عامر شعبی، حسن بصری اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ، وہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ روایت منسوخ ہے چنانچہ علامہ بدر الدین عینیؒ فرماتے ہیں: وأجابوا عن حديث الباب بأنه نُسِخَ بِنَسْخِ الْمُثْلَةِ كما فعل رسول الله ﷺ بالعرنيين. [عمدۃ القاری:۲۴/۳۹] واللہ اعلم۔

جناب محمد عمار خان ناصر کا اصلاحی صاحب سے اختلاف

جناب محمد عمار خان ناصر صاحب بھی اِس بات میں اصلاحی صاحب سے اتفاق نہیں کرتے چنانچہ لکھتے ہیں:

اگر آیت محاربہ کو رجم کا ماخذ مانا جائے تو یہ ضروری تھا کہ احساس ندامت کے تحت اپنے آپ کو خود قانون کے حوالے کرنے والے مجرم سے درگذر کیا جائے یا کم از کم سنگین سزا دینے کے بجائے ہلکی سزا پر اکتفا کیا جائے۔ جبکہ قبیلہ غامد سے تعلق رکھنے والی خاتون کو خود عدالت میں پیش ہونے اور سزا پانے پر خود اصرار کرنے کے باوجود رجم کیا گیا...... ماعز کا آیت رجم کے تحت ماخوذ ہونا قابل فہم نہیں رہتا............ یہاں شادی شدہ کے لیے رجم کی سزا بیان کی گئی ہے اور روایت میں اسے عادی مجرموں کے ساتھ مخصوص قرار دینے کا کوئی قرینہ بظاہر موجود نہیں یہی صورت حال مزدور کے مقدمے میں دکھائی دیتی ہے۔

[حدود و تعزیرات چند اہم مباحث ص ۱۶۳، ۱۶۴]

(جاری۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

زبیر علی زئی کا تعاقب مولانا مفتی رب نواز حفظہ اللہ

وحدت الوجود اور آلِ غیر مقلدیت

......قسط:۲......

زبیر علی زئی:

:۲ ''دیوبندیوں کے عقائد''

عرب علماء کو بھی دیوبندیوں کے عقائد سے سخت اختلاف ہے[۲۶۴]۔ مثلاً شیخ[۲۶۵] حمود بن عبداللہ التویجری (سعودی حنبلی[۲۶۶]) کی کتاب ''القول البلیغ فی[۲۶۷] التحذیر عن جماعة التبلیغ'' کا مطالعہ کریں، لہٰذا اِس سلسلے میں صرف اہل حدیث[۲۶۸] اہلِ سنت کو موردِ الزام قرار دینا غلط ہے[۲۶۹]۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ''کشف الستار عما تحمله بعض الدعوات من خطار'' یعنی ''تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں'' تالیف[۲۷۰]: محمد بن ناصر العرینی۔

الجواب:

۲۶۴

(الف)......علمائے عرب کے ہاں علمائے دیوبند کی کیا حیثیت ہے وہ آپ قاضی محمد اسلم سیف صاحب غیر مقلد کی زبانی سنیں۔

علمائے دیوبند اہلِ حرمین کی نظر میں

سیف صاحب لکھتے ہیں:۔

''مولانا احمد رضا خان بریلوی بانی فرقہ بریلویہ نے ''حسام الحرمین'' میں دیوبندیوں ...کی طرف منسوب کر کے جن غلط مسائل کے بارے میں فتوی طلب کیا تھا۔ دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے محقق علماء نے دہلی میں جمع ہو کر منسوب کردہ غلط مسائل کا ایک ایک کر کے رد کیا، پھر مکہ و مدینہ کے علماء کے پاس ان کو بھیجا اور انہیں تحریراً مطلع کیا کہ یہ مسائل ہماری طرف غلط منسوب کیے گئے ہیں، ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ حرمین کے علمائے کرام اور شیوخ نے مولانا احمد رضا خان بریلوی کو شیطان بصورت انسان قرار دیا اور دھوکے باز اور فریبی گردانا۔ جب کہ علمائے دیوبند کے عقائد کو اہل السنّت والجماعت کے عقائد قرار دیا اور سوال و جواب کی صورت میں ''المهند على المفند'' کے نام سے شائع کیا۔ اس لئے کہ ''حسام الحرمین'' کا معنی مکہ و مدینہ کی تلوار ہے اور اس (المهند على المفند، ناقل) کا معنی فریب کار پر ہندی تلوار

ہے کیونکہ عربوں میں ہندی تلوار سب سے عمدہ تلوار سمجھی جاتی تھی۔'' [تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں:۳۰۹]

علی زئی صاحب تو مطلق عرب علماء کی بات کر رہے ہیں جب کہ مذکورہ عبارت میں تو یہ صراحت موجود ہے کہ خاص کر مکہ ومدینہ کے علماء نے دیوبندیوں کو''اہل السنّت والجماعت'' کہا اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جو دیوبندیوں کے عقائد کو غلط کہتا ہے وہ غیر مقلد مؤرخ کی نقل کے مطابق انسان کی صورت میں شیطان ہے نیز وہ دھوکے باز اور فریبی ہے۔

(ب)......ثناء اللہ مدنی صاحب غیر مقلد، عربوں میں تکفیری لوگوں کے پائے جانے کا دعوی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''عرب ممالک میں جو نوجوان جذباتیت اور کم علمی کی بناء پر زیر زمین تحریکوں میں شامل ہو کر اہل علم کی تکفیر وغیرہ میں پیش پیش ہیں جن سے جہاد افغانستان میں روابط کی وجہ سے بعض اہل حدیث بھی متاثر ہو رہے ہیں۔'' [فتاوی ثنائیہ مدنیہ:۶۷۹]

مدنی صاحب حاشیہ میں مزید لکھتے ہیں:

''آج کل عرب ممالک میں انہیں''أصحاب الهجرة والتكفير'' کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ معاشرے میں پائی جانے والی خرابیوں پہ سیخ پا ہو کر فوراً کفر کا فتوی لگانے لگتے ہیں اور عموماً بڑی خرابی کو نظر انداز کر کے چھوٹی برائی ہی کے خلاف جہاد پر اُبھارتے ہیں اور اسلام کے کھلے دشمنوں کی بجائے مسلمانوں سے قرب رکھنے والوں سے ہجرت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ خوارج کا یہی طریق تھا۔'' [حاشیہ فتاوی ثنائیہ مدنیہ:۶۷۹]

جب خود غیر مقلد مصنف کو اقرار ہے کہ عربوں میں تکفیری لوگ بھی موجود ہیں لہٰذا اگر تکفیری ذہن کے مالک کسی عربی نے دیوبندیوں کے عقائد کو غلط کہا ہو تو اس میں کیا تعجب ہے؟ ورنہ صحیح بات وہی ہے جو سیف صاحب نے نقل کی ہے کہ عرب علماء نے دیوبندیوں کو''اہل السنّت والجماعت'' کہا ہے۔ بلکہ دیوبندی عقائد کو خود غیر مقلدین نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ حوالہ جات آگے اپنے مقام پر درج ہوں گے ان شاء اللہ۔

(ج)......اب ذرا غیر مقلدیت کو عرب علماء کی کسوٹی پر دیکھیے۔

غیر مقلدین عرب علماء کی کسوٹی پر

پروفیسر عبد اللہ بہاولپوری صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

''ہم جو ہندوستان کے مسلمان ہیں، اہل حدیثوں کو لے لیں جن کو ہم بڑا معیاری کہتے ہیں کہ اہل حدیث کا عقیدہ بڑا اچھا ہوتا ہے اور اہل حدیث کو بڑی معلومات حاصل ہوتی ہیں، عرب ہمیں دیکھ کر حیران

ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان کیسا ہے۔ اللہ کے بارے میں یہ کیا تصور رکھتے ہیں اور پھر اس کے بعد ہماری نمازوں کو دیکھ کر، ہماری زندگی کے اور دھندوں کو دیکھ کر حیران ہوتے ہیں کہ یہ کیسا اسلام ہے ان کا۔''

[خطبات بہاول پوری:۱/۳۲۵]

غیر مقلدین کے حلقہ میں ''شیخ الاسلام'' کا لقب پانے والوں میں ایک نمایاں نام ثناء اللہ امرتسری صاحب کا ہے، ان کے پیروکار لوگوں کو ''ثنائی گروہ'' کہا جاتا ہے۔ ''فیصلہ مکہ'' نامی کتاب میں امرتسری صاحب مذکور کی گمراہی کو عرب علماء کے زبانی بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں '' مکہ معظّمہ میں مجلس فیصلہ'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ جلالۃ الملک نے امرتسری صاحب سے کہا تھا کہ:

''یہ جھگڑا تمہارا اور اور غزنویوں کا نہیں بلکہ تمہارا اور اللہ کا جھگڑا ہے۔'' [فیصلہ مکہ:۱۳]

شیخ محمد بن عبداللطیف آل شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ، امرتسری صاحب کے متعلق فرماتے ہیں:

''صفاتِ الٰہی کے متعلق اِس کی تفسیر کو دیکھنے کے بعد میں اِس رائے پر پہنچا ہوں کہ یہ ایک بدعتی اور گمراہ کی کلام ہے ...مولوی ثناء اللہ نے اپنی تفسیر میں حلولیہ، اتحادیہ، جہمیہ اور معتزلہ کے مذاہب کو جمع کر رکھا ہے...میں نے اس پر اپنی حجت قائم کردی مگر وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔ پس اس کے کفر اور مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں۔'' [فیصلہ مکہ:۱۷]

حضرت الشیخ حسن بن یوسف الدمشقی مدرس حرم فرماتے ہیں:

''یہ تفسیر مولوی ثناء اللہ کی طرف منسوب ہے اور وہ ایک بُرا آدمی ہے، اپنی خواہشات کا غلام ہے اور اپنے نفس کا قیدی اور بدعتی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام میں کوئی ایسی جرأت نہیں کرسکتا مگر وہی جس کو شیطان نے گمراہ کردیا اور شیطان اس کی بدعت اور خواہشات نفس کا رفیق بن چکا ہو...مولوی ثناء اللہ یہ چاہتا ہے کہ ان لوگوں میں اس کا شمار ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر کیا ہے کہ: اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے جو کتاب (توراۃ) پڑھتے وقت اپنی زبان کو مروڑتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ پڑھ رہے ہیں وہ کتاب الٰہی کا جزو ہے، حالانکہ وہ کتاب الٰہی کا جزو نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں سے اترا ہے، حالانکہ وہ اللہ کے ہاں سے نہیں اترا...مولوی ثناء اللہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح احادیث اور تفسیر صحابہ کے مخالف ہے اور سلف صالحین اور قرون ثلاثہ کے اجماع کے خلاف ہے۔'' [فیصلہ مکہ:۱۹]

سلیمان بن محمد جمہور النجدی فرماتے ہیں:

''میں نے مولوی ثناء اللہ کی تفسیر ''تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن'' دیکھی ہے اس کو سلف صالحین اور ائمہ

خلف کے مسلک کے خلاف پایا۔پس تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن میں جن آیات کی تفسیر میں نے دیکھی ہے اس کا مفسر خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے۔اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہمی ہے،اس کی تمام کوششیں اس تصنیف میں ضائع ہوگئیں اور الٹا ان سب لوگوں کا گناہ سمیٹ لیا جنھوں نے اس کی مبتدعات کی اتباع کی،پس مولوی ثناء اللہ شرعاً ہر طرح پایہ عدالت سے ساقط ہے...وہ توبہ نہ کرے تو نہ تو اس کو سلام کہا جائے اور نہ اس کے ساتھ نشست وبرخواست کی جائے اور نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے اور نہ اس کی قبر پر دعا کے لیے کھڑا ہو۔'' [فیصلہ مکہ:۲۰]

شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل بشر،امرتسری صاحب کی تفسیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تفسیر کلام الٰہی،صحیح احادیث نبویہ،اہل حدیث اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کی تفسیر کے خلاف ہے۔'' [فیصلہ مکہ:۲۱]

یہ فیصلہ مکہ کے حوالے ہیں،اسی طرح ایک اور کتاب ''الفیصلة الحجازیة'' ہے،اس میں بھی امرتسری صاحب کو گمراہ کہا گیا ہے۔گویا مکہ وحجاز کا فیصلہ یہی ہے کہ غیر مقلدین کے سردار ثناء اللہ امرتسری صاحب گمراہ ہیں۔فیصلہ مکہ اور الفیصلة الحجازیة دونوں کتابوں کو غیر مقلدین نے ترتیب دیا ہے اور یہ رسائل اہلحدیث جلد اول میں شامل ہیں۔

غیر مقلدین کی ایک کتاب میں لکھا ہے:

''جماعت وہابیہ نجد اور گروہ اہل حدیث میں مذہباً اور اصولاً قدیماً اور حدیثاً فرق عظیم ہے۔'' [مآثرِ صدیقی ۳/۱۶۰]

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ اہل نجد عربیوں سے غیر مقلدین کا اصولی یعنی عقیدہ کا اختلاف ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں بلکہ اسی کتاب میں آگے مزید لکھا ہے کہ:

''بعض محدثین نے ملک نجد کی بُرائی میں صحیحین سے ایک روایت بھی حضرت ابن عمرؓ سے نقل کی ہے:وہ فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ملک یمن اور شام کے لیے دعائے برکت کی،تو لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے مُلک نجد کے لیے بھی دعا فرمایئے،ابن عمر کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ جب اُن لوگوں نے تین بار یہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہاں سے جھگڑے اُٹھیں گے اور فتنے پیدا ہوں گے اور وہیں سے قرن شیطان نکلے گا۔'' [مآثرِ صدیقی ۳/۱۶۲]

(د)......زبیر علی زئی سمیت بہت سے غیر مقلدین ''تقلید'' کو حدِ فاصل کہتے ہیں اور اسے عقیدہ کا مسئلہ قرار دیتے ہیں۔جب کہ آلِ غیر مقلدیت کو یہ بھی اعتراف ہے کہ عرب علماء تقلید کیا کرتے ہیں اور وہ

مقلد ہیں۔حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

اپنے حلقہ میں وکیل اہل حدیث کا لقب پانے والے محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

''رفع یدین وآمین بالجہر شافعی وغیرہ تمام بلاد عرب (مکہ مدینہ وغیرہ) اور بعض بلاد ہند (بمبئی کلکتہ وغیرہ) میں کرتے ہیں۔'' [اشاعۃ السنہ:۴/۲۷۱]

بٹالوی صاحب نے اظہار کر دیا کہ مکہ ومدینہ وغیرہ عرب کے علاقوں میں شافعی مقلد پائے جاتے ہیں۔انہوں نے ایک اور بات سے بھی پردہ اُٹھا دیا کہ عرب میں رفع یدین کرنے والے اور آمین بالجہر کے قائلین شوافع مقلد ہیں۔لہٰذا انہیں ''غیر مقلد'' قرار دینا درست نہیں۔

عبدالعزیز سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلحدیث ہند،سعودیہ کے جلالۃ الملک رحضرت امام کے بارے کہتے ہیں کہ انہوں نے ثناء اللہ امرتسری صاحب سے فرمایا:

''آپ ہمیں تو امام احمد کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور خود رازی اور شاہ ولی اللہ کی تقلید کرتے ہو۔'' [فیصلہ مکہ:۱۲]

اسماعیل سلفی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

''جہاں جس مکتب فکر کا زور ہوا اس کی فقہ چل نکلی ،نجد میں حنبلی فقہ جادا اور مصر میں شافعی فقہ، سوڈان اور الجزائر وغیرہ میں مالکی فقہ۔'' [کیا فقہ حنفی اسلام کی صحیح اور کامل تعبیر ہے:۲۴]

سلفی صاحب اہل نجد کے بارے لکھتے ہیں:

''طعن کے طور پر لوگ وہابی کہتے ہیں لیکن دراصل عام لوگ حنبلی ہیں،فقہ میں امام احمد کو پیشوا مانتے ہیں،ہمارے ملک میں عام لوگ حنفی ہیں،نجد میں اکثر لوگ حنبلی کہلاتے ہیں۔'' [تحریک آزادی فکر:۵۰۳]

سلفی صاحب مسلک پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس مسلک کے لیے وہابیت کا عنوان بڑا جھوٹ ہے، وہابیوں کا مرکزی مقام نجد اور حجاز ہے، لیکن وہ لوگ حنبلی ہیں۔'' [تحریک آزادی فکر:۱۰۱]

سلفی صاحب ہی لکھتے ہیں:

''حجاز میں شوافع ،نجد میں حنابلہ،سوڈان ،الجزائر اور افریقہ میں مالکی،ان ہوا پرستی کے کارخانوں پر قابض اور متصرف ہیں۔'' [تحریک آزادی فکر:۲۲۷]

عبدالغفار حسن صاحب غیر مقلد،سلفیوں کی اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''دوسری قسم میں وہ نجدی علماء شمار کیے جاسکتے ہیں جو عقیدہ میں سلفی ہیں لیکن عملی لحاظ سے حنبلی یعنی

امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد ہیں۔''[الاعتصام: اشاعتِ خاص، بیادعطاء اللہ حنیف: ۵۷۱]

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا سعودیہ میں بہت بڑا مقام ہے اور بہت سے لوگ ان کے پیروکار ہیں وہ بھی حنبلی مقلد ہیں جیسا کہ ہم حاشیہ: ۶۷ میں غیر مقلدین کی زبانی لکھ چکے ہیں۔

(ح)......علی زئی صاحب نے یہاں عرب علماء کا تذکرہ کیا ہے شاید کسی کے ذہن میں آئے کہ وہ ان کے ساتھ اعمال میں پوری موافقت رکھتے ہیں اس لیے ہم وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں۔

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ اس حدیث پر سعودیہ کا عمل نہیں ہوتا۔ سعودی علماء نے اپنی تاویلاتِ باطنیہ کا نشانہ بنا کر عملاً رد کر دیا ہے۔''
[علمی مقالات: ۲/۴۹۵]

علی زئی صاحب آگے لکھتے ہیں:

''ایک سعودی شیخ عبداللہ المعتاز سے اس سلسلے میں، ریاض سعودی عرب میں میری بات ہوئی تھی۔ یہ شیخ لاجواب ہونے کے باوجود اپنی ضد اور حدیث کی مخالفت پر ڈٹا رہا۔'' [علمی مقالات: ۲/۴۹۵]

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

''امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف ''الفقہ الاکبر'' کے نام سے ایک کتاب منسوب کی گئی ہے جسے ''الکوکب الازھر شرح الفقہ الاکبر'' کے نام سے مصطفیٰ احمد الباز نے ''المکتبہ التجاریہ، مکہ مکرمہ'' نے سعودی عرب سے شائع کیا ہے۔'' [توضیح الاحکام ۱/۱۳۵]

علی زئی صاحب بتا رہے ہیں کہ سعودیہ کے شہر مکہ سے ''من گھڑت'' کتاب شائع ہوئی ہے۔

امام حرم شیخ خالد نے صحن کعبہ میں خطبہ دیا، ان کے خطبہ میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مذکور ہے جس میں ہرنی کا قصہ ہے۔ علی زئی صاحب نے اس حدیث کو ''من گھڑت'' کہا اور آخر میں لکھا:

''خلاصۃ التحقیق: ہرنی والا یہ قصہ ثابت نہیں ہے، لہٰذا اسے بغیر جرح کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔'' [توضیح الاحکام ۲/۴۶۳]

۲۶۵

شیخ حمود سے نہ ہماری کوئی واقفیت ہے اور نہ ہی ان کی کوئی کتاب پڑھنے کا موقع ملا۔ اوپر سیف

صاحب غیر مقلد کی زبانی مذکور ہوا کہ سعودی علماء نے علمائے دیوبند کو''اہل السنّت والجماعت'' قرار دیا ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حمود صاحب کو علمائے دیوبند کے بارے میں صحیح معلومات نہیں یا پھر وہ کوئی تکفیری ذہن کے مصنف ہیں۔خاص کر جب غیر مقلدین کو یہ اعتراف بھی ہے کہ عرب میں تکفیری لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جیسا کہ حاشیہ:۲۶۴ میں گزر چکا،اور انہیں یہ اقرار بھی کہ دیوبندیوں کے عقائد درست ہیں جیسا کہ آگے باحوالہ بیان ہوگا،ان شاء اللہ۔

یہاں ہمیں یہ بھی بتلایا جائے کہ شیخ حمود مقلد ہیں یا غیر مقلد؟اگر مقلد ہیں تو غیر مقلدین کا ان سے عقیدہ کا اختلاف ہوا کیونکہ وہ تقلید کو بنیادی مسئلہ کہتے ہیں۔اس لیے خود غیر مقلدین کا سعودی عالم سے سخت اختلاف شمار ہوگا۔اور اگر وہ غیر مقلد ہیں تو یہ مخالف کی جرح ہے جو علی زئی صاحب کے اصول میں معتبر نہیں۔

۲۶۶

شاید کوئی کہے کہ شیخ حمود نام کے ساتھ علی زئی صاحب نے ان کے''حنبلی'' ہونے کی تصریح کر دی ہے جو کہ ان کے مقلد ہونے کی دلیل ہے تو عرض یہ ہے کہ علی زئی صاحب بارہا اپنی تحریروں میں کہہ چکے ہیں کہ کسی عالم کے ساتھ حنبلی وغیرہ کا لاحقہ اس کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں۔اس لیے محض''حنبلی'' کی تصریح کو مقلد ہونے کا مدار بنانا کافی نہیں۔

۲۶۷

کتاب کے نام سے معلوم ہو رہا ہے کہ شیخ حمود نے بزعم خود تبلیغی جماعت کی مذمت کی ہے،جب کہ عرب ممالک میں تبلیغی جماعت کا کام بہت وسیع پیمانہ پر جاری ساری ہے اور عربی لوگ بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لے رہے ہیں اور اس کے مشاہدہ کے لیے کسی عربی ملک جانے کی بھی ضرورت نہیں،پاکستان کے مختلف چھوٹے اور بڑے شہروں میں عرب لوگ تبلیغی جماعت کے ساتھ آئے رہتے ہیں،ہر شخص اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کو دیکھ سکتا ہے۔لاکھوں عرب علماء وعوام کا جماعت کے ساتھ وقت لگانا اور اپنے ممالک میں مراکز قائم کر کے تبلیغی اعمال کو کرتے رہنا ایک ایسا انقلاب ہے کہ شیخ حمود وغیرہ اسے روکنے سے بالکل عاجز و بے بس ہیں۔بلکہ اس انقلاب نے نام نہاد اہل حدیث کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے وہ بھی تبلیغی جماعت میں وقت لگاتے ہیں اور اس جماعت کی خوب مدح سرائی کرتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی مدح غیر مقلدین کی زبانی

غیر مقلدین کے ہاں''مولانا و حافظ'' کہلائے جانے والے بزرگ حمید اللہ سدید صاحب (قلعہ

میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ) فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میں اپنے کسی مسئلے میں الجھا ہوا تھا اور پریشانی کے عالم میں اس کے حل کے لئے بہت دعائیں کرتا تھا۔ ایک دن عصر کی نماز پڑھی تو میں نے دیکھا کہ ہماری مسجد میں بیرون ملکیوں کی تبلیغی جماعت آئی ہے وہ اپنے چہرے مہرے سے غیر ملکی نظر آتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھتے ہی اللہ تعالی سے دعا مانگی کہ یا اللہ! یہ تیرے بندے تیری راہ میں نکلے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو تیری رضا کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ الٰہی میں اِنہی کے وسیلے کے ساتھ تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا مسئلہ حل کردے۔ یقین جانیے مغرب کے وقت میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ اس دن کے بعد میری محبت تبلیغی جماعت کے ساتھ اور بڑھ گئی۔ اس دن کے بعد سے میں ان کی قدر بھی بہت کرتا ہوں اور اپنے نمازیوں سے کہا کرتا تھا کہ بیٹھ کر ان کا بیان سُنا کرو، یہ اتنی دُور سے آتے ہیں۔ یہ خیال کرو کہ یہ اللہ کے مہمان ہیں، اللہ کا دین پھیلا رہے ہیں، ان کے پاس بیٹھنے سے حقیقتاً نفع ہوتا ہے۔ الحمدللہ جماعت کے آنے سے مسجد میں کافی برکات ہیں۔'' [علمائے اہل حدیث کا ذوقِ تصوف: ۱۵۴]

عطاء اللہ ڈیروی صاحب غیر مقلد اور محمد طارق خاں غیر مقلد دونوں فرماتے ہیں:

''تبلیغی جماعت اکثر اوقات یہ دعوی کرتی ہے کہ اس تبلیغی جماعت میں صرف حنفی مسلک سے تعلق رکھنے والے افراد شامل نہیں بلکہ اہل حدیث اور شافعی بھی شامل ہیں۔ اور یہ بات کسی حد تک صحیح بھی ہے۔'' [تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات اور مقاصد کے آئینے میں: ۱۵]

اس عبارت میں تبلیغی جماعت میں اہل حدیث کی شمولیت کا اقرار کیا گیا ہے۔

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں:

''اہل حدیثوں کو دیوبندی کھا گئے، ملتان جا کر دیکھ لو جو اہل حدیث دیوبندیوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں، جو اہل حدیث تبلیغی جماعت کے چکروں میں ان کے پھیروں میں پھرتے ہیں، چلا کرتے ہیں بالکل ختم ہو گئے۔'' [خطبات بہاول پوری: ۴/۴۴۲]

مزید تفصیل اور حوالہ جات کے لیے بندہ کا مضمون ''تبلیغی جماعت کی مدح سرائی، غیر مقلد علماء کے قلم سے'' ملاحظہ فرمائیں۔ یہ مضمون مجلّہ پیغام حق فیصل آباد شمارہ: ۱۱، ۱۲ میں دو قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔

اگر کوئی شخص کتابوں سے ہٹ کر خارج میں مشاہدہ کی آنکھوں سے دیکھنا چاہے تو پاکستان کے متعدد شہروں میں دیکھ سکتا ہے کہ غیر مقلدین کے بہت سے افراد تبلیغی جماعت کو مفید سمجھتے ہوئے اس میں وقت لگایا کرتے ہیں۔ احمد پور شرقیہ کے کئی غیر مقلد میرے علم و مشاہدہ میں ہیں جو جماعت کے ساتھ وقت لگاتے ہیں، میں ان کی زیارت کرا سکتا ہوں بلکہ انہیں اس حالت میں دکھا سکوں گا کہ وہ جماعت کے ساتھ

گئے ہوں گے یا پھر اپنے مقام پر جماعت کا ہفتہ وار گشت کر رہے ہوں گے، فضائل اعمال کی تعلیم کراتا ہوا بھی دکھا سکوں گا، ان شاء اللہ۔

۲۶۸

اہل حدیث کا لفظ بول کر علی زئی صاحب نے اپنی جماعت کو مراد لیا ہے جنہیں ''غیر مقلدین'' کہا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ حقیقی اہل حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ عطاء اللہ ڈیروی اور عادل خاں غیر مقلد کہتے ہیں:

''اس سے کسی کو یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیے کہ محض اہل حدیث نام رکھ لینے سے کوئی جماعت یا شخص ناجی فرقہ میں شامل ہو جائے گا اور جنت کا ٹھیکیدار بن جائے گا بلکہ حقیقت میں اہل حدیث صرف وہی ہے جو قرآن وحدیث کے حکم کو ہر شخص کے قول پر عملی طور پر بالا رکھتا ہو اور کسی بھی علامہ کی بات کو قرآن وحدیث کے مقابلے میں حجت نہ سمجھتا ہو اور اپنے کسی عالم کی بات کو راجح کرنے کے لیے قرآن وحدیث میں تاویل نہ کرتا ہو۔'' [تبلیغی جماعت عقائد، افکار، نظریات: ۱۵]

اس تعریف کے مطابق انگریز حکومت سے اہل حدیث کا نام حاصل کرنے والا فرقہ حقیقی اہل حدیث ثابت نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی کو میری بات سے اختلاف ہے وہ مجھے چیلنج کرے میں غیر مقلدین کی کتابوں سے ثابت کروں گا کہ وہ اس تعریف کے مطابق اہل حدیث ہرگز ہرگز نہیں۔ ہے کوئی غیر مقلد جو مجھے اس حوالہ سے چیلنج کرنے کی ہمت کرے، دیدہ باید۔

تنبیہ: بندہ یا کسی دیوبندی نے اگر غیر مقلدین کو کسی جگہ ''اہل حدیث'' کہا ہے تو وہ ان کے اہل حدیث نام رکھنے کی وجہ سے کہا ہے نہ کہ حقیقی اہل حدیث سمجھ کر۔ جیسے منکرین حدیث کو ان کے پسندیدہ نام ''اہل قرآن'' کی وجہ سے ثناء اللہ امرتسری صاحب [فتاوی ثنائیہ ۱/ ۲۸۰] سمیت بہت سے لوگ ''اہل قرآن'' کہہ دیتے ہیں حالانکہ وہ حقیقی معنوں میں ''اہل قرآن'' نہیں۔ اسی طرح کسی کالے رنگ کے آدمی کا نام اگر بگے خاں (یا چٹے شاہ) ہو تو لوگ اس کے نام کی وجہ سے اسے بگے خاں کہہ دیتے ہیں اگر چہ وہ حقیقۃً بگا (یا چٹا یعنی سفید) نہیں ہوتا۔

غیر مقلدین کا گروہ ''اہل السنّت'' بھی نہیں بلکہ ان کے اپنے علماء کی گواہیوں سے ثابت ہے کہ یہ لوگ بدعتی ہیں جیسا کہ ہم سیاحۃ الجنان: ۱۳۰، فتاوی علمائے حدیث ۲/ ۹، کتاب التوحید والسنۃ: ۲۶۲ کے حوالے سے حاشیہ: ۱۵۰ میں نقل کر آئے ہیں۔ یہاں چونکہ علی زئی صاحب عرب علماء کی بات چھیڑ چکے ہیں تو اسی مناسبت سے ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

عبدالعزیز سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلحدیث ہند ثناء اللہ امرتسری صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مکہ مکرمہ میں فیصلہ مولوی صاحب موصوف کے خلاف ہوا اور ان کی تمام توقعات مجروح ہوئیں۔نہیں معلوم بیچارے کیا نقشہ باندھ کر گئے تھے اور کیا کیا تجویزیں ذہن میں لے کر گئے تھے، مگر واپس آئے تو اُلٹا بدعتی ہونے کا فتوی لے کر آئے جو ہمیشہ ان کی پیشانی پر چپکا ہوا نظر آئے گا الا ان یتوب.''

[فتنہ ثنائیہ:۱۰]

غیر مقلدین میں شیخ الاسلام، سردار اہلحدیث، امت محمدیہ کا ہیرو لقب پانے والے امرتسری صاحب کو مکہ مکرمہ والوں نے ''بدعتی'' قرار دیا۔جب ان کے شیخ الاسلام، سردار اور ہیرو کا یہ مقام ہے تو باقی کس شمار میں؟ یہ بھی معلوم رہے کہ امرتسری صاحب علی زئی کے استاذ الاستاذ/دادا استاد ہیں۔

۲۶۹

علی زئی صاحب تو کہہ رہے ہیں کہ صرف اہل حدیث کو الزام نہ دو۔ میں کہتا ہوں عرب علماء تو جہاں رہے، نام نہاد اہل حدیث کے بھی سبھی علماء، دیوبندیوں کے عقائد کو غلط نہیں کہتے بلکہ ان میں سے تکفیری ذہن والے فتوی بازی کیا کرتے ہیں، ورنہ دوسرے بہت سے غیر مقلد علماء نے دیوبندی عقائد کی حقانیت کو تسلیم کیا ہے جیسا کہ آگے آئے گا، ان شاءاللہ۔

۲۷۰

اس کتاب کے بھی نام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس میں تبلیغی جماعت کے حوالہ سے بحث ہے۔

حاشیہ: ۲۶۷ میں ہم اس حوالے سے کچھ معروضات درج کر چکے ہیں انہیں ملاحظہ فرما لیا جائے۔

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ اگر کوئی شخص عرب علماء کی تبلیغی جماعت سے محبت وحمایت جاننا چاہے تو وہ حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ کی دو کتابوں: 'تبلیغی جماعت اور مشائخِ عرب'...اور... 'تبلیغی جماعت اور عرب علماء' کا مطالعہ کرے۔

تنبیہ: القول البلیغ اور کشف الستار دونوں کتابیں میرے پاس نہیں ہیں، اس لیے اِن پر کوئی تبصرہ فی الحال نہیں ہوسکتا۔کسی کے پاس کسی کتاب کا نہ ہونا یہ ایسی مجبوری ہے کہ خود علی زئی صاحب کو بھی یہ معاملہ پیش آتا رہا اور وہ اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، مثلاً دیکھیے علمی مقالات ۲۱۹/۵۔

(جاری۔۔۔)

☆......☆......☆......☆

مجلّہ صفدر کا فتنہ غامدی نمبر......اکابر، علماء اور قارئین کی نظر میں!

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہم کی رائے گرامی

جناب برخوردار مولانا حمزہ احسانی صاحب زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ آپ نے دادا مرحوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بروقت ایک عظیم فتنہ کی سرکوبی کے لیے قدم اٹھایا، ''الفضل للمتقدم'' کا حق ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور زیادہ قوت دے کہ حق و باطل کا امتیاز کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام عطاء الرحمٰن

دار العلوم مدنیہ بہاول پور......۷/شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

☆......☆......☆......☆

مولانا مفتی محمد نعیم مدظلہم [مفتی: جامعہ مفتاح العلوم، حیدرآباد] کی رائے گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

بندہ محمد نعیم میمن، حیدرآباد ۱۱/شوال المکرّم ۱۴۳۶ھ

بھائی مولانا احسن خدامی صاحب زید مجدہ اور بھائی مولانا حمزہ احسانی صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک آپ حضرات کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ اِبطالِ باطل اور احقاقِ حق کا فریضہ باحسن وجوہ ادا فرما رہے ہیں۔ اور علمائے حقہ کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا فرما رہے ہیں۔ اللہ پاک آپ حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں اور اپنی رضا و قرب کا ذریعہ بنائیں۔ آمین ثم آمین۔

آپ نے مجلّہ صفدر کا ''فتنہ غامدی نمبر'' (جلد اول) ارسال فرمایا۔ اِس پر آپ حضرات کا تہہ دِل سے شکر گذار ہوں۔

الحمدللہ مجلّہ ردِ غامدیت پر اہم دستاویز ہے۔ اور طالبِ حق کے لیے اہم راہ نمائی ہے۔ اگر کوئی طالبِ صادق غامدی کی گمراہی پر P.H.D کرنا چاہے تو یہ مجلّہ اس کے لیے کافی وشافی ہوگا۔

اللہ پاک اِس مجلّہ کو جاوید احمد غامدی اور اُس کے متعلقین کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنادیں۔ خاص

طور پر حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنا کر حضرت کی روح کو مسرور فرمادیں۔آمین ثم آمین۔

الحمدللہ! اِس مجلّہ کے مطالعہ سے غامدی کی گمراہی کے وہ گوشے بھی ظاہر ہوئے جو بندہ کے علم میں نہیں تھے۔

اللہ پاک اِس فتنے کے شر سے امت مسلمہ کے ہر فرد کی حفاظت فرمائیں۔اور جو اِس فتنہ کا شکار ہو چکے ان کو ہدایت سے نواز دیں۔اور گمراہی سے بچا کر آخرت کی بربادی سے نجات عطا فرمادیں۔آمین ثم آمین۔

آنجناب نے بندہ سے غامدی کے متعلق استفتاء کا جواب تحریر کرنے کو فرمایا ہے۔بندہ اپنے بڑوں کی رائے سے متفق ہے۔خاص طور پر حضرت مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہ العالی نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بہت مناسب اور کافی وشافی ہے۔

بندہ آنجناب کی دعائے سحرگانہ کا بہت ہی محتاج ہے۔امید ہے کہ ضرور یاد فرمائیں گے۔

جزاك الله خيراً أحسن الجزاء فى الدارين مكرراً و مراراً.

والسلام...... بندہ محمد نعیم میمن......خادم دارالافتاء: مفتاح العلوم، حیدرآباد، سندھ

☆......☆......☆......☆

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا زبیر احمد صدیقی مدظلہم کی رائے گرامی

مکرمی ومحترمی جناب مولانا احسن خدامی صاحب زیدمجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   خیریت کا طالب خیریت سے ہے!

آنجناب کی جانب سے مجلّہ صفدر کا فتنہ غامدی نمبر موصول ہوا، جزاک اللہ احسن الجزاء۔

یقیناً یہ مجلّہ صفدر کی قابلِ قدر، فقید المثال علمی کاوش ہے، بلاشبہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی یہ اعلیٰ و بہترین جدوجہد ہے، اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطاء فرمائیں۔

مجلّہ صفدر کے فتنہ غامدی نمبر کی جلد دوم کا شدت سے انتظار رہے گا۔میرے نزدیک اس فتنہ کی بیخ کنی کے لیے اصل کاوش جلد نمبر دو (۲) ہوگی۔اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرمائے۔نیز آپ کی ہمہ قسم حفاظت فرمائے۔آمین بجاہ رب العالمین   والسلام: زبیر احمد صدیقی

مدیر: جامعہ فاروقیہ شجاع آباد، ناظم: وفاق المدارس العربیہ جنوبی پنجاب......۱۹/مئی ۲۰۱۵ء

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا قاضی نثار احمد مدظلہم کی رائے گرامی

بخدمت جناب محترم ومکرم حمزہ احسانی صاحب مدیر مجلّہ صفدر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کی ذات بابرکت سے قوی امید ہے کہ صحت وعافیت کے ساتھ آنجناب جدید دور کے زہریلے فتنے ''غامدی فکر'' کے خلاف برسرپیکار ہوں گے۔ایک دینی سفر سے واپسی کے بعد گلگت پہنچا تو مجلّہ صفدر کے ''فتنہ غامدی نمبر'' کی جلد اول کو منتظر پایا۔پہلی فرصت میں غامدی فکر کے بارے میں تحریراتِ اکابر کو پڑھا تو حسب توقع اکابر کو غامدی کے بارے میں لکھتے وقت احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے پایا۔ ورنہ غامدی کے بارے میں بہت کچھ سخت لکھا جاتا تو وہ اس کا عین مستحق تھا۔ بہرحال سخت مصروفیات کے باوجود ''غامدی نمبر'' کے مطالعے کا سلسلہ جاری ہے۔اور ان شاء اللہ ''غامدی نمبر'' کی دوسری جلد کے لیے کوئی تحریر بھیجنے کا ارادہ ہے۔اللہ تعالیٰ مجلّہ صفدر کی انتظامیہ کی غامدی فتنے سے مسلمانوں کو بچانے کی کوششوں کو قبول فرمائے۔آمین

والسلام: قاضی نثار احمد، جامعہ اسلامیہ نصرۃ الاسلام گلگت

۱۵رشعبان ۱۴۳۶ھ......۳رجون ۲۰۱۵ء

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مدظلہ کی رائے گرامی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی کتاب چند جگہوں سے دیکھی، تفصیل سے پڑھنے کا موقع نہ مل سکا، بہت مفید کاوش معلوم ہوتی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس کتاب کو ذخیرہ آخرت بنائے اور ہر قسم کے نقصان سے بچائے۔آمین

محمد عتیق الرحمٰن، مدیر: ماہ نامہ علم وعمل لاہور......۹رجون ۲۰۱۵ء

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا مفتی محمد طیب عارفی مدظلہ کی مبارک باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مجلّہ صفدر (خصوصی نمبر فتنہ غامدی) پہنچ گیا ہے اور مطالعہ کے لیے سامنے رکھا ہوا ہے۔اِس اہم اور محنت طلب موضوع پر قلم اٹھانے پر مبارک باد دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور اِس مجلّہ کو پوری امت کے لیے نافع بنائے۔آمین

محمد طیب......۶؍جون ۲۰۱۵ء......جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد

☆......☆......☆......☆

حضرت مولانا محمد ادریس السندی مدظلہ کی رائے گرامی

محترم جناب مولانا حمزہ احسانی صاحب مدیر مجلّہ صفدر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام مسنون گذارش اینکہ آنجناب کی طرف سے مجلّہ صفدر کا ''فتنہ غامدی نمبر ج:۱'' قاسمیہ لائبریری کنڈیارو کے لیے موصول ہوا، جو عام استفادہ کی غرض سے لائبریری کے ''خصوصی شمارہ جات کارنر'' میں رکھا گیا۔اس سے پہلے جستہ جستہ مقامات بھی دیکھے۔ ماشاء اللہ اچھی کوشش ہے۔ دوسری جلد کا انتظار رہے گا۔

فقط: والسلام، محمد ادریس السندی، قاسمیہ لائبریری، کنڈیارو، ضلع نوشہرہ فیروز، سندھ۔۱۱؍جون ۱۵ء

نوٹ: آنجناب نے جوابی لفافہ بھی ارسال کیا ہے، اتنا شرمسار تو نہ کریں۔

درخواستِ دعا

محترم قاری عبد الرؤف صاحب سرگودہا کے دائیں گردے میں پتھری کے باعث علیل ہیں۔قارئین سے خصوصی دعاؤں کی التجا ہے۔

وفیات

......یادگارِ اسلاف حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ بھکر [مدیر: جامعہ قادریہ بھکر] [۱۲؍دسمبر، ۲۹؍صفر]

......معروف قلم کار و ادیب حضرت حاجی اشتیاق احمد صاحب رحمہ اللہ [مدیر: بچوں کا اسلام] جھنگ [۱۷؍نومبر]

......حضرت مولانا محبوب احمد [جامعہ مفتاح العلوم، سرگودہا] مولانا بلال احمد مدظلہما کے والد گرامیؒ [۳۰؍نومبر،]

......مولانا محمد صدیق قریشی [مدیر منتظم: مجلّہ المصطفیٰ بہاول پور] کی دادی محترمہؒ [۴؍دسمبر]

......مولانا محمد طیب ظفر [بہاول پور] کے والدِ گرامیؒ [۳؍ربیع الاول، ۱۵؍دسمبر]

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی درخواست ہے۔[ادارہ]

انجم نیازی

اَصحابِ رسول رضی اللہ عنہم

نکھرے نکھرے اُجلے اُجلے جسموں والے سارے لوگ
تیری خوشبو کا حصہ ہیں پھولوں جیسے پیارے لوگ

تیرے پیچھے پیچھے چل کر سارے اک پیکر میں ڈھل کر
کتنے دریا تیر آئے تھے صدیوں کے من تارے لوگ

آنکھوں میں جب آنکھیں ڈالیں اپنی شرطیں سب منوالیں
تجھ سے آ کر ملنے والے کیسے کیسے ہارے لوگ

تیرا کلمہ پڑھتے جاتے سر تا پا وہ جوش میں آ کے
ان کے جسموں پر جب رکھتے نفرت سے انگارے لوگ

یوں بیٹھے ہیں راہ گزر پر سانسوں کی ہم ڈور پکڑ کر
جیسے انجم لوٹ آئیں گے اس محفل کے سارے لوگ